عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۰ | ۲۴ تا ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۴ تا ۳۱ اگست ۲۰۱۱ء | شمارہ: ۳۲

انتہاپسندی
تاریخی پس منظر

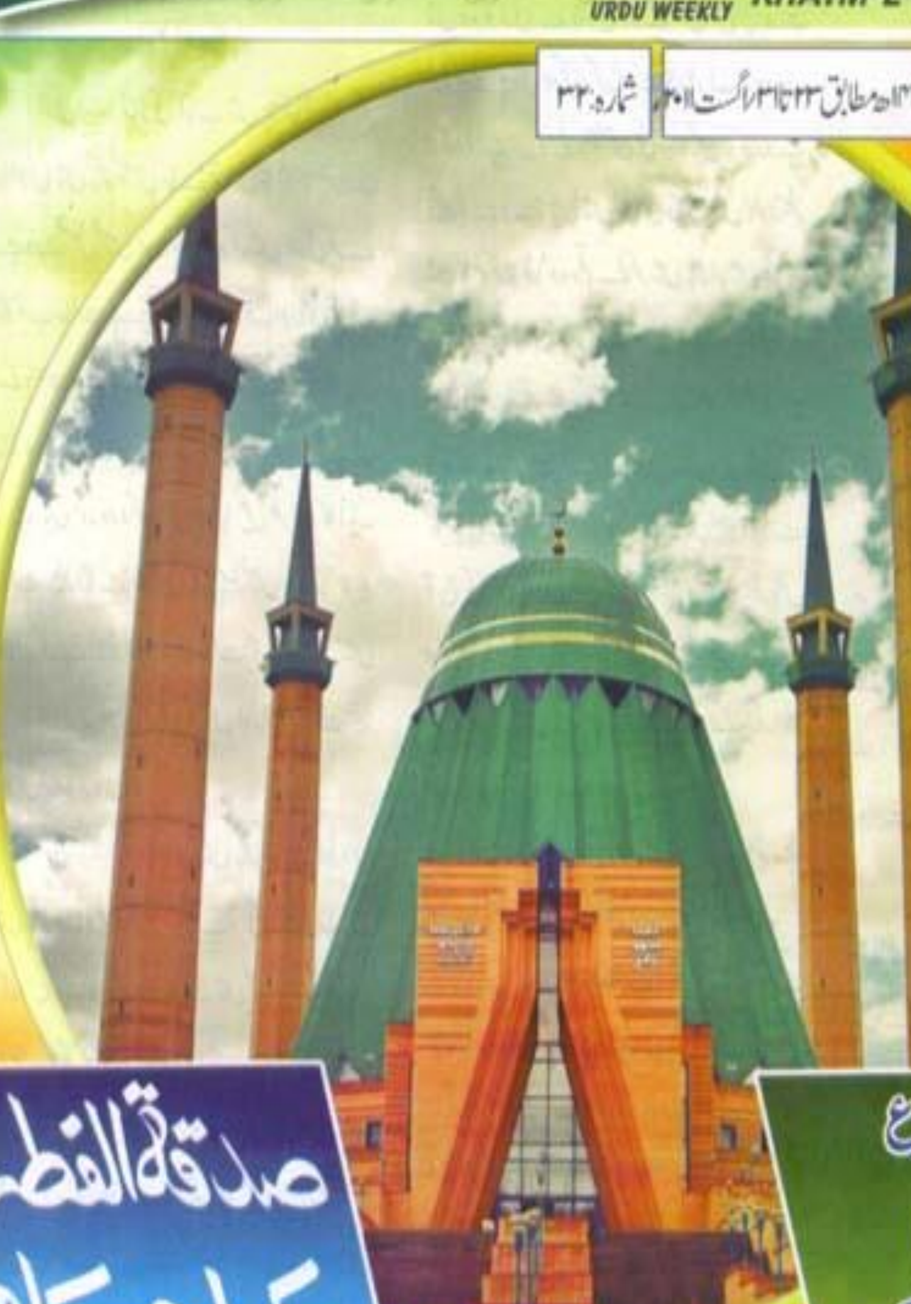

ماہ مبارک الوداع
عید الفطر

صدقۃ الفطر کے احکام

لیلۃ القدر اور اعتکاف کے فضائل

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.c
http://www.khatm-e-nubuwwat.c

ایسا خلال نہ کرنا جس سے دانت ہلنے لگیں

صابر علی' حیدرآباد

س:.....نماز کی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر دانتوں میں کچھ پھنس جائے تو اس کا نکالنا ضروری ہے ورنہ غسل نہیں ہوتا' یہ پڑھ کر میں خلال کرنے لگا' اب حالت یہ ہے کہ سیدھی طرف اور الٹی طرف کے دانت ہلنے لگے ہیں' سیدھے طرف کے اوپر کی داڑھ اور نیچی کی داڑھ کے تقریباً سارے دانت ہل رہے ہیں اور درد کرتے ہیں' بائیں طرف کا ایک دانت ہلنے لگا ہے' خلال سے پہلے نہیں ہلتا تھا' مزید خلال کرنے لگا تو شاید باقی دانت بھی ہلنے لگیں' میں چاہتا ہوں کہ خلال نہ کیا کروں اور خلال کئے بغیر غسل کرلیا کروں؟

ج:.....اگر دانتوں میں کچھ خلا ہے اور اس میں کچھ کھانا وغیرہ پھنس گیا ہے تو صحیح تر قول یہ ہے کہ اس کو نہ نکالنے کی صورت میں بھی غسل فرض ادا ہوجائے گا' لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ خلال سے اس کو نکال لیا کریں' لیکن خلال کا یہ معنی نہیں کہ ایسا خلال کرے کہ دانت ہلنے لگ جائیں یہ صرف غسل فرض کی صورت میں ہے' غسل مسنون اور وضو میں اس کی بھی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم۔

سود کی نحوست

سعید اختر' سوات

س:.....مولانا صاحب ۱۹۹۲ء میں میرے والد صاحب ایک فیکٹری میں ملازم تھے' ۱۹۹۳ء میں وہ نوکری سے فارغ ہوگئے یعنی ان کی مدت ملازمت پوری ہوگئی، گورنمنٹ کی طرف سے چار لاکھ روپے ان کو بطور پنشن ملی، وہ تین لاکھ روپے مجھے دے دیتے ہیں' میں کسی کی دکان میں بطور سیلز مین کام کرتا تھا' وہ رقم لے کر میں بازار میں دکان کھول لیتا ہوں' پھر ایک سال بعد وہ دکان ختم ہوجاتی ہے' پھر میں گورنمنٹ سے بطور قرض تین لاکھ روپے (لون) لے لیتا ہوں' لیکن اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ مولانا صاحب میں ۱۹۹۳ء سے آج کی تاریخ تک تقریباً بیس لاکھ روپے کا مقروض ہوں اور اس قرض کو ختم کرنے کے لئے میرے پاس کوئی طریقہ نہیں ہے' سوائے اللہ تعالیٰ کے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں سے دیدیں؟

ج:.....اس سود کی نحوست اور لعنت کا اثر ہے جو آپ نے بینک سے لیا تھا' اس سے توبہ کریں۔

س:.....مولانا صاحب آج کل میں سوات میں ایک فرنیچرز فیکٹری ہے' اس میں چوکیدار ہوں اور قرضداروں سے چھپ گیا ہوں' اپنے علاقے میں بھی نہیں جاسکتا ہوں' اگر جاؤں تو قرضدار تنگ کرتے ہیں' برائے مہربانی میرے لئے دعا فرمائیں اور اگر کوئی حل ہوسکے تو برائے مہربانی میرے مسئلہ کا کوئی حل فرمائیں شکریہ۔

ج:.....ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ قریش پڑھ کر دعا کیا کریں' اور مغرب یا عشاء کے بعد دو بار سورۂ واقعہ پڑھا کریں۔

مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ

کسی کو کچھ دیکر واپس لینا

رشید احمد' حیدرآباد

س:.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی کو تحفہ دے اور پھر اس تحفہ کو واپس لے لیا' یا کوئی شخص کسی کو قرض دے اور اس کو معاف کردے اور پھر اس بندے کو کہے کہ میں قرض معاف نہیں کرتا' میرا قرض واپس کرو' گویا ایسا ہے کہ ایک کتا، قے (الٹی) کردے اور وہ شخص کتے کی قے (الٹی) کو چاٹ لے، کیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟ اگر یہ روایت صحیح ہے تو مہربانی فرماکر آپ اس روایت کو شائع کردیں۔

ج:.....یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص:۲۶۰ میں اور اسی طرح ترمذی شریف میں ص:۳۵' ج:۲' میں ہے' مگر اس کے الفاظ یوں ہیں کہ: ''جس نے کسی کو کچھ دیا اور پھر اس سے واپسی کا مطالبہ کیا' اس کی مثال ایسے ہے جیسے کتے نے قے کرکے چاٹ لی۔'' اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہونے کا کہیں حوالہ نہیں ہے' البتہ حضرت عمارہ' حضرت ابن عمرو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں قرض کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں ہے' آپ نے یہ حدیث کہاں سے لی ہے؟

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۰ ۲۴ تا ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۴ تا ۳۱ راگست ۲۰۱۱ء شمارہ: ۳۲

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

کراچی میں امن وامان کی صورت حال!	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
لیلۃ القدر اور اعتکاف کے فضائل	۶	قاری سعید الرحمنؒ
رمضان المبارک... الوداع	۱۰	فقیہ العصر مفتی عبدالستارؒ
صدقۃ الفطر کے احکام	۱۳	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ
انتہاپسندی اور اس کا تاریخی پس منظر!	۱۶	مولانا عنایت الرحمن
رمضان المبارک کے بعد!	۲۰	ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفیؒ
دعا کی حقیقت اور مصائب سے نجات (۲)	۲۳	مولانا محمد حذیفہ وستانوی

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی: ۲۲۵روپے، سالانہ: ۴۵۰روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث — گزشتہ سے پیوستہ

دنیا سے بے رغبتی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

پانچ باتوں کا عہد

۲:...اہلِ دُنیا، مال دار اور غنی اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو، جتنی دولت کسی کے پاس زیادہ ہو وہ اتنا ہی بڑا مال دار سمجھا جاتا ہے، لیکن اگر بنظرِ بصیرت دیکھا جائے تو مال و دولت سے آدمی غنی نہیں ہوتا بلکہ زیادہ محتاج ہوتا ہے، جو شخص جتنا زیادہ مال دار ہے اتنا ہی زیادہ فقیر ہے، بقول سعدیؒ:

"آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند"

وجہ اس کی یہ ہے کہ "غنی" وہ شخص کہلاتا ہے جو مستغنی ہو، اور اس کو کسی کی احتیاج نہ ہو، اور "فقیر" محتاج کو کہتے ہیں۔ اب دُنیادار لوگ جتنے زیادہ مال دار ہوتے جائیں گے اسی قدر ان کی محتاجی اور ضرورت بھی بڑھتی جائے گی، مثلاً: غریب آدمی کو دس روپے کی ضرورت ہوگی تو سیٹھ صاحب کو دس لاکھ کی ضرورت ہے، غریب آدمی دس روپے کا محتاج ہے تو یہ بے چارہ دس لاکھ کا محتاج ہے۔ تو جتنا مال بڑھے گا اتنا ہی ضروریات بڑھیں گی اور اسی قدر فقر (حاجت مندی) میں اضافہ ہوتا جائے گا، اس سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے مال و دولت کا کوڑا جمع کر رکھا ہے اور اپنا دین بھی اسی میں غارت کردیا ہے ان کو "غنی" کہنا غلط ہے، وہ بے چارے تو ضرورت مند ہیں، محتاج ہیں، فقیر ہیں۔ سوال ہوگا کہ پھر غنی کون ہے؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا: سیر چشم! اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔

جس آدمی کو کھانے کی احتیاج ہو وہ "بھوکا" ہے اور جس شخص کی یہ حاجت پوری ہوجائے اور اس کا پیٹ بھر جائے وہ "سیر شکم" کہلاتا ہے، ایسے آدمی کو آپ اصرار کے ساتھ اچھی سے اچھی اور لذیذ سے لذیذ غذا بھی کھلانا چاہیں تو اس کی طبیعت اس کو قبول نہیں کرے گی، اس کا جواب یہی ہوگا کہ میرے پیٹ میں گنجائش نہیں ہے، تو "سیر شکم" آدمی وہ ہے جس کے پیٹ میں مزید گنجائش نہ رہے اور اسے کھانے کی اشتہا اور بھوک نہ رہے، بلکہ ایک خاص درجے میں کھانے سے نفرت ہوجائے۔

ٹھیک اسی طرح غنی وہ "سیر چشم" ہے کہ مال و دولت سے اس کا پیٹ بھر جائے۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کو دے دیا ہے وہ اس پر قانع ہوجائے، بلکہ زائد از ضرورت مال حاصل کرنے سے اسے ایک گونہ نفرت ہوجائے۔ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت وغیرہ کا جتنا حصہ تم کو دے دیا ہے اس پر راضی ہوجاؤ، سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے۔ یہ ہے مال دار بننے کا وہ نسخۂ کیمیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

صاحبِ مرقاۃ نے حضرت الشیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ کسی نے آپ سے کیمیائی نسخہ پوچھا تو فرمایا: بس دو باتیں، ایک یہ کہ مخلوق سے اپنی نظر ہٹالو، اور دُوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ طمع ختم کرلو کہ جتنا کچھ وہ تمہارے حصے میں لکھ چکا ہے اس کے علاوہ بھی تمہیں کچھ دے گا۔

اور حضرت پیرانِ پیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

"یقین رکھو کہ تمہارا مقسوم بغیر طلب کے بھی تمہیں مل کر رہے گا، اور جو کچھ تمہاری قسمت میں نہیں وہ تمہاری حرص اور جد و جہد کے بعد بھی نہیں ملے گا، اس لئے صبر کو لازم پکڑو اور قناعت کا شیوہ اختیار کرو، تاکہ ربِّ ذوالجلال تم سے راضی ہوجائے۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص تھوڑے رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل سے راضی ہوجاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ غنی بننے کا نسخہ قناعت ہے کہ جتنا کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھا ہے اس سے آدمی کی نیت بھر جائے اور دُنیا سمیٹنے کی حرص اس کے دل سے نکل جائے۔ جب تک یہ دولت میسر نہ ہو تب تک ہزار قسم کے ساز و سامان کے باوجود بھی آدمی فقیر ہے۔

۳:...تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، مؤمن ہوجاؤ گے۔ ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک کی بہت ہی تاکید ہے، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہمسائے میں رہتے ہوئے کوئی نہ کوئی ناگوار بات آدمی کو پیش آتی ہی رہتی ہے، اور پھر ہمسائے کے بہت سے نجی حالات اور گھریلو معاملات آدمی کو معلوم ہوتے ہیں، اس لئے بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمسائیگی کے حقوق صحیح طور پر بجا لائیں، ورنہ اکثر لڑائی جھگڑا کھڑا رہتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیا جائے تو یہ صرف مکافات ہے، اور اگر نیکی کا بدلہ بُرائی کے ساتھ دیا جائے تو یہ کمینہ پن ہے، اور اگر بُرائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دیا جائے تو یہ احسان ہے۔ اور حدیث پاک میں اسی احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تم لوگوں کی غلط ریس کرنے والے نہ ہو کہ تم یوں کہنے لگو کہ: "اگر لوگ ہم سے بھلائی کریں گے تو ہم بھی ان سے بھلائی کریں گے، اور اگر وہ ہم سے بُرائی کے ساتھ پیش آئیں گے تو ہم بھی یہی کریں گے" نہیں! بلکہ اگر تم سے دُوسرے لوگ بُرائی کریں تو تم ان سے بھلائی کرو۔

ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک میں بہت سی باتیں شامل ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے حقوق پورے بجالائے، اس کی ایذاؤں پر صبر کرے اور اس کی بھلائی اور خیر خواہی میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

۴:...چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ تم دُوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، مسلمان ہوجاؤ گے۔ گویا ایک سچے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ سب کے لئے سراپا خیر ہو، ایک حدیث میں ہے کہ: مؤمن سراپا اُلفت ہوتا ہے، اور اس شخص میں ذرا بھی خیر نہیں جو نہ خود کسی کے ساتھ اُلفت سے پیش آئے، نہ دُوسرے لوگ اسے اس نظر سے دیکھیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان مامون رہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کیا کروں گا۔

کوئی یہ پسند نہیں کرے گا کہ دُوسرے لوگ اس کی جان و مال اور عزّت و آبرو کی طرف ہاتھ اُٹھائیں، یا اس کے ساتھ دغا، فریب اور دھوکا کریں، یا اس کے جائز حقوق غصب کریں۔ اسی طرح ایک سچے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ بھی ان تمام باتوں سے پرہیز کرے، کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچائے، کسی کی غیبت کے ساتھ اپنی زبان ملوث نہ کرے، کسی کی عزّت و آبرو کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھے۔ الغرض! جن جن چیزوں کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا ان سے خود بھی پرہیز کرے۔

اداریہ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

کراچی میں امن وامان کی صورتحال!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے عہد اقتدار میں پاکستان کو ① کلاشنکوف کلچر، ② فرقہ واریت، ③ اور لسانی تنازعات کے تین تحفے ملے۔ اس تثلیث نے پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا۔ جناب پرویز مشرف برسر اقتدار آئے تو انہوں نے پاکستان کی سرزمین پر ڈرون حملوں کی امریکہ کو اجازت دے کر پاکستانی عوام کا بھرکس نکال دیا۔ ان جرنیلوں کے ان فیصلوں کے نتائج کئی عشروں سے قوم بھگت رہی ہے اور نہ معلوم کب تک بھگتتی رہے گی۔

گزشتہ دنوں پاکستان پیپلز پارٹی اور ایم۔ کیو۔ ایم کا آزاد کشمیر اسمبلی کی دو نشستوں کے حصول پر تنازعہ ہوا۔ پیپلز پارٹی نے ایم۔ کیو۔ ایم کا مطالبہ تسلیم نہ کیا۔ ایم۔ کیو۔ ایم حکومت سے علیحدہ ہوگئی۔ پیپلز پارٹی نے سندھ میں کمشنری نظام بحال کرنے کا اعلان کر دیا۔ ایم۔ کیو۔ ایم اس اعلان سے سیخ پا ہوگئی۔ اس دوران ایم۔ کیو۔ ایم حقیقی والوں سے پیپلز پارٹی نے بات چیت شروع کی۔ جناب ذوالفقار مرزا کے ایک بیان کو بہانہ بنا کر ایم۔ کیو۔ ایم نے احتجاج کا راستہ اختیار کیا۔ پی۔ پی حکومت نے شکست تسلیم کر لی اور جناب الطاف صاحب سے رابطہ کیا۔ نتیجہ میں گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد نے دوبارہ گورنری کی کرسی کو شرف قبولیت بخشا۔ اس تازہ صورتحال کے دوران چند ہفتوں میں سینکڑوں افراد کراچی میں لقمۂ اجل بن گئے۔ اربوں کا نقصان ہوا۔ اہل کراچی آگ وخون کے دریا عبور کرتے رہے۔ اس وقت تک صورتحال سخت تشویشناک ہے۔ مختلف ذرائع سے کراچی کے امن کو آکسیجن کی فراہمی کا عمل جاری ہے۔ لیکن کراچی کا امن جان بلب ہے۔ آج مورخہ ۳؍اگست ۲۰۱۱ء کو ان سطور کے رقم کرتے وقت الطاف صاحب نے ۴۸ گھنٹے میں امن بحال کرنے کا الٹی میٹم دے رکھا ہے۔ وزیر داخلہ رحمن ملک کراچی میں اپریشن کرنے وایکشن لینے کے بیانات داغ رہے ہیں۔ کراچی کے امن کی گتھی ایسی الجھی ہے کہ کسی سمت سلجھتی نظر نہیں آتی۔ کراچی کا دنیا کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ کراچی ملک عزیز کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت ہے۔ جو پاکستان دشمن قوتوں کو کسی طرح قابل قبول نہیں۔ وہ کراچی کو بھسم کرکے پاکستان کی معیشت کو سمندر برد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ بہانے مختلف تراشے جاتے ہیں۔ ایجنڈا ایک ہے۔

ان حالات میں حکمران جماعت پی۔ پی، شریک اقتدار اے۔ این۔ پی اور ایم۔ کیو۔ ایم کا فرض بنتا تھا کہ وہ تمام تر اختلافات کو نظر انداز کرکے کراچی کے امن کی بحالی میں مؤثر کردار ادا کرتے۔ لیکن جہاں مفادات کی جنگ ہو، جہاں آنکھوں اور کانوں پر مفادات کی چربی نے قبضہ سنبھال رکھا ہو۔ وہاں کے نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے۔ یہی حال ان تینوں فریقوں کا ہے۔ کراچی جل رہا ہے اور یہ اپنی اپنی بانسری بجا رہے ہیں۔

جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی، نون لیگ، کوئی مؤثر کردار، متذکرہ فریق کے بغیر کراچی میں سرانجام دینا چاہیں تو ایک اور جنگ چھڑ جائے گی۔ ان جماعتوں نے تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو، کے فارمولا پر عمل کر رکھا ہے۔ کراچی میں دینی قیادت کو چن چن کر عدم آباد پہنچایا گیا کہ مشکل وقت میں کراچی کے زخموں پر کوئی مسیحا پھاہا رکھنے والا نہ ہو۔ اب حالات نے جو رخ اختیار کر لیا ہے۔ کسی کروٹ چین نہیں مل رہا۔ ان حالات میں کوئی بہتری کی صورت ہوسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ تمام محب وطن قوتیں جمع ہوکر کراچی کے امن بحال کرنے پر مخلصانہ اقدام کریں۔ آل پارٹیز کانفرنس کراچی کے حالات پر منعقد کی جائے جو اپنی تجاویز مرتب کرے اور پھر تمام جماعتیں ان تجاویز پر اپنے اپنے دائرہ کار میں عمل درآمد کے لئے جان جوکھوں میں ڈال دیں۔ شاید کچھ مداوا ہو جائے۔ ورنہ اس خوفناک صورتحال کو سامنے رکھ کر سخت مایوسی میں گھرا ہوا ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ الیس منکم رجل رشید!

لیلۃ القدر اور اعتکاف کے فضائل

قاری سعید الرحمن

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی کامل برکتوں اور بھرپور سعادتوں کے ساتھ دنیائے اسلام میں آیا اور گزر بھی گیا۔ بس اب چند ہی دن باقی ہیں یہ مہینہ مسلمانوں کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام بن کر آیا۔ اس مہینہ میں ہزاروں' لاکھوں کیا کروڑوں' اربوں رحمتیں نازل ہوئیں' اس مہینہ میں بہت سے گناہگاروں کو بخش دیا گیا۔

رمضان المبارک کا مہینہ خاص کر عبادات کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ جس کا ایک نفل فرض کے برابر اور ایک فرض ستر فرضوں کے برابر درجہ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے' خصوصاً عشرہ اخیر میں احادیث شریف میں آتا ہے:

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مہینہ اول عشرہ اس کا رحمت ہے' درمیان اس کا مغفرت اور آخری عشرہ آگ سے آزادی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ داخل ہوتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لنگی خوب مضبوطی سے باندھ لیتے اور اپنے گھر والوں کو عبادت کے لئے جگاتے۔"

یعنی ازواج کے پاس جانے سے پرہیز فرماتے اور رات کو بھی متوجہ الی اللہ رہتے۔

نیز آخری عشرہ رمضان میں آپ اعتکاف فرماتے۔ اعتکاف کے معنی ہیں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے بہ نیت اعتکاف مسجد کے کونہ میں بیٹھ جانا۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب' (۲) سنت اور (۳) نفل۔

واجب اعتکاف یہ ہے کہ اپنے اوپر لازم کرے کہ اگر مولیٰ تعالیٰ میرا فلاں کام کردیں تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا' یہ اعتکاف واجب اور لازم ہوگیا' اب جتنے دنوں کی اس نے منت مانی تھی' اتنے دنوں کا اعتکاف اس کے ذمہ پورا کرنا ضروری ہے۔

دوسرا سنت اعتکاف جو رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔

تیسرا نفل اعتکاف' جس کے لئے نہ تو کوئی وقت مقرر ہے اور نہ کوئی دن مقرر ہے' جتنے دن کا چاہے اور جتنی دیر کا چاہے اعتکاف کرسکتا ہے' یہ اعتکاف پانچ دس منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً جب بھی مسجد میں آیا نیت کرلی کہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف سے رہوں گا۔ اس کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔ جتنا زمانہ نماز' ذکر' تلاوت میں مشغول رہے گا' اعتکاف کا بھی ثواب ملتا رہے گا۔

اعتکاف کے بے شمار فضائل ہیں۔ اتنا ہی کیا کم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہیں ہوتی ٹلنے کا نہیں:

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس لئے جب کوئی شخص معتکف ہوتا ہے یعنی اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازا جانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے؟ بس پڑ رہنے کی بات ہے۔

ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

پڑے! پڑ مر رہیے ہر کے دوار
کبھی تو ہر پوچھے گا کون کھڑا دربار

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات سے وابستہ کرلینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہوجائے اور ساری مشغولیتوں کے بدلہ میں اس کی پاک ذات سے لو لگالے اور اس کے غیر سے منقطع ہو کر ہر قسم کے تفکرات و خیالات کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت سما جائے۔"

نیز اعتکاف میں آدمی ہر وقت سوتے جاگتے عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہے' میری رحمت اس کی طرف دو ہاتھ جاتی ہے اور جو میری طرف آہستہ آتا ہے' میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ہمیشہ اعتکاف کرنے کی رہی۔ جس سال وصال ہوا اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ چونکہ اکثر عادت شریفہ آخرعشرہ رمضان کے اعتکاف کی تھی' اس لئے علماء نے آخرعشرہ کے اعتکاف کو سنت فرمایا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اعتکاف کی وجہ سے آدمی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے' اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے۔ اس حدیث میں اعتکاف کے دو فائدے ذکر فرمائے گئے' ایک تو یہ کہ معتکف ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ورنہ بسا اوقات لغزش ہوجاتی ہے اور آدمی گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے' اور ایسے مبارک وقت گناہ میں ملوث ہونا کتنی بری چیز ہے لیکن معتکف اس سے بچ جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت' مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ معتکف ان کو نہیں کرسکتا' لیکن بغیر کئے ان کا اجر ملتا رہتا ہے۔ سبحان اللہ' سبحان اللہ' اللہ اکبر' اس کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے اور بخشنے کے کیا کیا بہانے ہیں؟ مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف سلام) میں اعتکاف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام عرض کرکے بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو غمزدہ اور پریشان دیکھتا ہوں؟ اس نے عرض کیا کہ اے رسول اللہؐ کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم! اس حق کے ادا کرنے سے میں قاصر ہوں (یعنی میں بہت مقروض ہوں' لوگ تنگ کرتے ہیں' آپ کی سفارش لینے کی غرض سے آیا ہوں) یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ جوتے پہن کر مسجد کے باہر تشریف لے آئے' اس شخص نے عرض کیا: شاید آپ بھول گئے؟ آپ کا تو اعتکاف تھا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ بھولا نہیں! بلکہ اس قبر والے صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا (یہ الفاظ کہتے ہی ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے) کہ حضورؐ نے فرمایا تھا: جو آدمی اپنے بھائی کے کام کے لئے چلے پھرے اور کوشش کرے' اس کی یہ خدمت دس برس کے اعتکاف سے زیادہ افضل ہے اور جو شخص اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے' اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین بڑی خندقیں کھود دیتے ہیں' جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہے اور جب ایک دن کے اعتکاف کی اتنی فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا مقدار ہوگی؟

اس حدیث سے دو چیزوں کا پتہ چلتا ہے: اول یہ کہ ایک دن کا اعتکاف کرنے سے اتنا ثواب ملتا ہے' دوسری چیز مسلمانوں کی حاجت روائی کہ اسے دس برس کے اعتکاف سے بھی افضل ارشاد فرمایا۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہ کی اور اس کے ساتھ سفارشی بن کر تشریف لے گئے۔

علامہ شعرانیؒ نے کشف الغمہ میں ارشاد نبویؐ نقل کیا ہے کہ جو شخص آخرعشرہ کا اعتکاف کرتا ہے اس کو دو حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص مغرب سے عشاء تک مسجد میں معتکف رہا' اس وقت میں اس نے سوائے ذکر' نماز' تلاوت قرآن پاک کے اور کوئی بات نہ کی' حق تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بناتے ہیں۔

مسائل اعتکاف:

اعتکاف کے لئے تین چیزیں شرط ہیں:

(۱) مسجد میں ٹھہرنا خواہ اس مسجد میں پانچ وقتی نماز ہوتی ہو یا نہ ہو۔

(۲) بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا' بے قصد و ارادہ ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں کہتے۔

(۳) جنابت سے پاک ہونا' نیز عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

سب سے افضل اعتکاف وہ ہے جو کہ مسجد الحرام (کعبۃ اللہ شریف) میں کیا جائے۔ دوسرا درجہ مسجد نبوی کا ہے' اس کے بعد بیت المقدس کا' اس کے بعد اس جامع مسجد کا جس میں جماعت پنجگانہ ہو' اس کے بعد محلہ کی مسجد جس میں جماعت ہوتی ہو۔ عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں (یعنی جو جگہ نماز کے لئے گھر میں مخصوص ہو اس میں) اعتکاف کرنا چاہئے۔

عورتوں کا اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ آسان ہے' وہ گھر میں بیٹھے بیٹھے ہی نیکیاں سمیٹ سکتی ہیں اور ضروری بات بھی کرسکتی ہیں' اور گھر کا کاروبار لڑکیوں وغیرہ سے کراسکتی ہیں اور انہیں تو گویا مفت کا ثواب ملتا ہے۔

معتکف کو سوائے عذر شرعی کے مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ قضاء حاجت کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے' اگر بلا وجہ نکلے گا تو اعتکاف سنت اور اعتکاف واجب ٹوٹ جائے گا' نیز معتکف پر بہت سی چیزیں حرام ہیں جن کی تفصیل علماء کرام سے پوچھ لینی چاہئے۔

آخرعشرہ کی تخصیص اعتکاف میں شب قدر کی تلاش کی وجہ سے ہے کیونکہ لیلۃ القدر اکثر روایات کے بموجب آخرعشرہ میں ہے' اس کی نسبت قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ وہ ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے' ہزار مہینہ کے اتنی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس رات کو پائیں اور ساری رات عبادت میں گزار دیں۔ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے گویا اس نے

اسّی برس اور چار ماہ سے زیادہ عبادت میں گزار دیے اور اس زیادتی سے بھی نہ جانے کتنی زیادتی مراد ہے کہ ہزار مہینہ سے اور کتنی زیادتی ہو قدر دانوں کے لئے حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمت ہے۔

درمنثور میں منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر حق تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا؟ بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے تھے۔ اس پر اللہ کے لاڈلے رسول کو رنج وغم ہوا اس پر اللہ رب العزت نے یہ رات عنایت فرمادی کہ جو اس ایک رات میں عبادت کرے گا گویا اس نے ہزار ماہ سے زیادہ عبادت کی۔ اگر کوئی خوش نصیب دس راتیں پالے تو گویا اس نے آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ عبادت میں گزار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا: حضرت ایوبؑ حضرت زکریاؑ حضرت حزقیلؑ حضرت یوشعؑ (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) کہ اسّی اسّی برس تک اللہ کی یاد میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ سے روگردانی نہیں۔ اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی کہ ہم پھر کب ان حضرات کی برابری کر سکتے ہیں۔ تو حضرت جبرائیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی۔ اس سلسلہ میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

کس قدر قابل رشک ہیں وہ لوگ جن سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی۔ البتہ اس رات کے تعین میں علمائے امت کے درمیان بہت کچھ اختلاف ہے بس مختصر یہ کہ رمضان المبارک میں ہے اور بعض احادیث میں آخر عشرہ کی طاق راتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

مثلاً اکیسویں تیئیسویں پچیسویں ستائیسویں انتیسویں بہتر یہ ہے کہ اخیر عشرہ پورے کا پورا اس کی تلاش میں گزار دیا جائے۔ بعض روایات میں ستائیسویں کی طرف راجح اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ کھڑا رہا اس کے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے یا کسی اور عبادت میں مشغول رہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک ایسا مہینہ آیا ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ ساری خیر سے محروم رہ گیا۔ اور اس کی بھلائی سے وہی محروم رہتا ہے جو کہ حقیقی محروم ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیلؑ ملائکہ کی جماعت کو لے کر زمین پر اترتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑا ہوا یا بیٹھا اللہ کا ذکر کررہا ہے عبادت میں مشغول ہے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت لیلۃ القدر میں دنیا کے آسمان پر تشریف فرما ہوتے ہیں یعنی تجلی فرماتے ہیں اور ندا دی جاتی ہے کہ ہے کوئی گناہ بخشوانے والا! کہ ہم اس کے گناہ بخش دیں ہے کوئی رزق چاہنے والا! کہ اس کو رزق دے دیں ہے کوئی اولاد کا طالب! اس کی مراد پوری کردیں غرض اسی طرح فجر تک ندائیں دی جاتی ہیں خود قرآن پاک میں سورۂ قدر میں اس طرف اشارہ ہے اس لئے اس رات کو غنیمت جاننا چاہیے۔

بلکہ اس عشرۂ مبارکہ میں باقی ایام سے زیادہ محنت کرنی چاہیے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کام کرنا یعنی اس کام کی نقل اتارنا بھی ہمارے لئے سرمایہ سعادت اور نجات کا باعث ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

اگر تو ان میں سے نہیں تو ان کی شکل ہی بنالے کیونکہ بزرگوں کی نقل بھی کامیابی ہے پس سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محبوب ہیں تو حضور کی مشاکلت اور مشابہت بھی اللہ کو محبوب ہوگی دیکھئے! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب ساحروں سے مقابلہ ہوا اور وہ ایمان لائے فرعون ایمان نہ لایا تو سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دریافت کیا کہ: اس کی کیا وجہ ہے کہ ساحر تو دولت ایمان سے نوازے گئے اور فرعون محروم رہا حالانکہ میں تو فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا؟

جواب ارشاد ہوا کہ: یہ ساحر آپ کے مقابلے میں آئے تھے تو آپ کی وضع بنا کر آئے تھے جس طرح کا لباس آپ نے پہنا ہوا تھا اسی لباس میں یہ لوگ آئے تھے ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ جو شخص میرے محبوب کی شکل بنا کر آئے وہ محروم واپس جائے۔ اس لئے ان کو ہدایت ہوگئی حدیث شریف میں ہے:

"جو کسی قوم کی شکل بنائے وہ ان میں شمار ہوگا"

جو نیکوں کی صورت بنائے وہ ان میں شمار ہوگا اور جو بروں کی صورت بنائے وہ ان میں شمار ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں اور بھی تصریح آتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر رونا نہیں آتا تو رونے والی
شکل ہی بنالے۔"

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کسی بہروپیہ کے دھوکہ میں نہ آتے تھے' ایک دفعہ آپ نے ایک بہروپیہ سے کہا کہ اگر تم مجھ کو دھوکہ دے سکو تو اتنی اشرفیاں انعام میں دوں گا' بہروپیہ ایک پہاڑ پر جاکر بیٹھ گیا اور دو تین چیلے چھوڑ دیئے' جو کہ اس کی بزرگی کی شہرت کریں' ایک دو ماہ میں خوب مشہور ہوگیا۔ اسی زمانہ میں عالمگیر کو ایک جنگ کی مہم پیش آئی۔ جس کا راستہ اسی پہاڑی کی طرف سے تھا۔ عالمگیر کا معمول تھا کہ سفر میں جس قدر اولیا' وصلحا میسر ہوتے سب کی زیارت کرتا۔ چنانچہ جب عالمگیر اس پہاڑ کے قریب پہنچے تو پہلے وزیر کو بھیجا کہ بزرگ کو اطلاع دو اور اجازت حاصل کرو۔ وزیر گیا تو بہروپیہ نے اس سے بہت حکمت وموعظت کی باتیں کیں' چنانچہ وزیر بڑا معتقد ہوا کہ حضور یہ سب سے افضل بزرگ ہیں' بہت حکیمانہ گفتگو فرماتے ہیں۔ اب تو عالمگیر کو اور بھی اشتیاق ہوا' گئے اور ملے' اور بہروپیہ نے بادشاہ کو حکمت و موعظت کے ساتھ نصیحت کرنا شروع کردیا۔ بادشاہ پر اس قدر اثر ہوا کہ زار وقطار رونے لگے۔ چلتے ہوئے بڑی مقدار کا نذرانہ پیش کیا' بہروپیہ نے اس پر لات ماردی اور کہا کہ اس کی مجھے کیا ضرورت ہے؟ اس کو چھوڑ کر تو میں یہاں آیا ہوں' آپ پھر مجھے دنیا میں ڈالنا چاہتے ہیں' فقیر کو دنیا سے کیا واسطہ؟ عالمگیر لاجواب ہوئے' اور اپنی اشرفیاں لے کر واپس ہوگئے' جب وزیر اور بادشاہ پہاڑ سے اترے تو بہروپیہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ یہ دونوں اس کی بہت تعریف کررہے تھے کہ واقعی بڑے بزرگ ہیں' بزرگ ہو تو ایسا ہو! بڑے کامل ہیں' واصل ہیں' کیسی حکمت کی باتیں کیں' بہروپیہ پیچھے پیچھے سب سنتا جارہا تھا اور خاموش تھا' جب عالمگیر لشکر میں پہنچے تو بہروپیہ نے جھک کر سلام کیا اب عالمگیر کو معلوم ہوا کہ یہ بہروپیہ بزرگ بنا ہوا ہے' سخت حیران ہوئے کہ واقعی تم نے بہت بڑا دھوکہ دیا اور معمولی انعام عطا فرمایا۔ اس نے پھر سلام کیا اور بہت دعائیں دیں' اس وقت عالمگیر نے پوچھا کہ جب میں تم کو بہت سی رقم نذرانہ میں پیش کررہا تھا تو تم نے اس پر لات ماردی' اگر لے لیتے تو میں حقیقت معلوم ہوجانے پر بھی وہ تم سے واپس نہ لیتا' اس کی کیا وجہ ہے کہ تم اس وقت معمولی انعام پر بھی خوش ہو بہروپیئے نے کہا: حضور! اگر میں اس وقت لے لیتا تو یقیناً آپ واپس نہ لیتے مگر نقل غلط ہوجاتی' اس کا مقتضا یہی تھا کہ دنیا پر لات ماردوں' اور اب جو کچھ ملا ہے یہ میرے فن کا صلہ ہے' میں اسی میں خوش ہوں۔

ذرا غور کیجئے! ہم اس بہروپیہ سے بھی گئے گزرے ہیں کہ وہ تو مصنوعی نقل کی اس قدر رعایت کرتا ہے اور ہمیں چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل ہر کام میں کی جائے۔

لیلۃ القدر کی بہت قدر کرنی چاہئے' اور اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ سارے رمضان میں لیلۃ القدر تلاش کرو' اب تو دن ہی تھوڑے رہ گئے ہیں' ان ایام کو غنیمت جان کر ان میں اپنے گناہوں کی معافی چاہنا اور ان کی راتوں کو اللہ کے دربار میں کھڑے ہوکر گزار دینا چاہئے۔ گناہ گار اللہ کے دربار میں آکر جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمادیتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو اس میں کیا کروں؟ فرمایا یہ دعا کرو:

"اللھم انک عفو کریم
تحب العفو فاعف عنی۔"

لیلۃ القدر کی بعض علامات ہیں مثلاً رقت کا آنا' دعاؤں میں دل لگنا' ذکر کو دل چاہنا وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک ہوسکے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بالخصوص بہت زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ نہ جانے پھر نصیب ہو یا نہ ہو' کتنے بھائی ایسے ہوں گے جنہوں نے گزشتہ رمضان کے روزے ہمارے ساتھ رکھے' ہمارے ساتھ تراویح پڑھیں لیکن اس رمضان کے آنے سے قبل ہی وہ قبروں میں جاپہنچے۔ اب بھی بہت لوگ ایسے ہوں گے جو اگلے سال اس دنیا میں نہیں ہوں گے' اس لئے وقت کو غنیمت جان کر جتنی بھی اللہ سے معافی چاہی جائے اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے جتنا رویا جائے' کم ہے' وہ تو دینے کو تیار بیٹھے ہیں' کوئی مانگے بھی:

"جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں"

☆☆..........☆☆

شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد کا خطاب

ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد نے کہا ہے کہ نئی نسل کو دین سے آشنا کرانا اور ان کے اخلاق وکردار کی تعمیر اساتذہ کرام اور دینی طبقہ کا بنیادی فریضہ ہے۔ غیر مسلم قوتیں عصری اداروں کے طلباء کو تر نوالہ سمجھتے ہوئے گمراہی وفحاشی کی دلدل میں تیزی سے دھکیل رہے ہیں۔ ان کے ایمان کا بچانا وقت کی اوّلین ضرورت ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے بخاری ہال ہیڈ آفس ختم نبوت ہاشمی کالونی گوجرانوالہ میں چھٹے سالانہ ختم نبوت ریفریشر کورس برائے اسکول طلبا کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔ تقریب کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے امیر مولانا محمد اشرف مجددی مدظلہ نے کی۔

رمضان المبارک..... الوداع

فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ

رمضان المبارک کی بہاریں شباب پر ہیں۔ مسلمان دن کو روزہ رکھتے ہیں تو رات کو تراویح پڑھتے اور قرآن پاک سنتے ہیں۔ مساجد نماز اور تلاوت کے انوار سے منور ہیں۔ حفاظ قرآن پاک کے دور کرنے میں مشغول ہیں تو ناظرہ خواں بھی اللہ کی کتاب کی تلاوت میں جھوم رہے ہیں۔ نصف شب کے بعد سحری کے لئے اعلانات شروع ہو جاتے ہیں۔ نیک گھروں میں تلاوت کے آوازے ہیں، افطار پارٹیاں ہیں، افطاری کی گہما گہمی ہے، ختم قرآن پاک کی بابرکت محفلیں ہیں اور کہیں وعظ اور ذکر اللہ کی مجالس ہیں۔ ہر مسجد میں کچھ لوگ دنیاوی مشاغل سے منقطع ہو کر اللہ کی بارگاہ میں آ پڑے ہیں۔ بزبان حال گویا قائل ہیں کہ: اے اللہ! تیرے در پہ آ پڑے، اتنے میں ہماری بخشش نہ ہوگی تو تیرا در چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے:

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

ایک ولیہ کاملہ اپنے مناجاتی اشعار میں کہتی ہیں کہ: ”میں اس در سے نہ اٹھوں گی، مجھے کوئی اٹھا دیکھئے، میں دولے کے اٹھوں گی۔“

الغرض رمضان المبارک کی رونقیں اور اس کے روح پرور نظارے، پرانوار اور پرکیف شب و روز ”الوداع“ ہونے کو ہیں۔ اس کے فراق میں کتنی آنکھیں پرنم اور سینے پرغم ہیں۔ کتنی حسرتیں اور ندامتیں دل و دماغ پر مسلط ہیں کہ ہائے! کچھ نہ ہوا اور پورا ماہ گزر گیا۔ قلب کی غفلت و سیاہی دور ہوئی اور نہ پروانہ مغفرت حاصل کر سکے، نہ کچی توبہ نصیب ہوئی نہ اخلاص ملا:

”اے اللہ! ہماری اس ناقدری کو معاف فرما اور آئندہ رمضان ہمیں نصیب فرما۔“ (آمین)

شاید رمضان المبارک کی آخری شب تک ہفت روزہ ”ختم نبوت“ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ سکے، اس لئے اس رات اور عید کے کچھ فضائل و مسائل یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

انعام کی رات:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”رمضان کی آخری رات میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا یہ شب شب قدر ہے۔ فرمایا: نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ عمل کرنے کا اجر اس وقت پورا دے دیا جاتا ہے، جب بندہ کام پورا کر دیتا ہے اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے، لہٰذا بخشش کر دی جاتی ہے۔“

واضح رہے اس رات کو آسمانوں میں ”لیلۃ الجائزۃ“ (انعام کی رات) کہا جاتا ہے۔ اس رات میں بھی خوب محنت سے اس انعام کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

عید رات:

کھیل تماشے کی بجائے عید کی رات بھی اہل اسلام کے لئے عبادت اور شب بیداری کی رات ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت سے دونوں عیدوں (کی راتوں) میں عبادت کرے، اس کا دل اس دن نہ مرے گا، جس دن سب دل مر جائیں گے۔

کیا ہی مناسب ہے کہ رمضان المبارک کے شب بیدار، عبادت گزار اس عید کی رات کو بھی عبادت اور توبہ و استغفار میں گزاریں۔ اگر پوری رات نہ ہو سکے تو کچھ حصے میں عبادت کر لی جائے۔ اللہ پاک اس کی برکات سے نوازیں گے۔

عید کا دن:

عید کے دن سے پہلے ہی اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر تقریباً دو سیر گندم فی کس کے حساب سے ادا کرنا چاہئے۔ اگر پہلے نہیں ادا کر سکا تو آج یوم عید میں تو ضرور ہی ادا کر دیا جائے۔ اس کے دو فائدے ہیں۔ رمضان کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور غرباً و مساکین کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنے کا سبب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر مقرر فرمایا روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لئے اور مساکین کو روزی دینے کے لئے۔ (ابوداؤد)

ہر غنی مالدار مرد و عورت پر یہ صدقہ فطر واجب ہے۔ اگر عید کے روز ادا نہیں کر سکا تو واجب ذمہ سے ساقط نہیں ہوا، بعد میں ادا کرنا ضروری ہوگا۔

تیرہ سنتیں:

عید کے روز یہ تیرہ چیزیں مسنون ہیں:

۱:...شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔
۲:...غسل کرنا۔
۳:...مسواک کرنا۔
۴:...عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔
۵:...خوشبو لگانا۔

۶:... صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔

۷:... عیدگاہ میں بہت سویرے جانا۔؟؟

۸:... قبل عیدگاہ جانے کے کوئی شیریں چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا۔

۹:... قبل عیدگاہ جانے کے صدقہ فطر دے دینا۔

۱۰:... عید کی نماز عیدگاہ میں جاکر پڑھنا، یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا۔

۱۱:... جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔

۱۲:... پیادہ جانا۔

۱۳:... راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد" آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا چاہئے۔

حقیقی عید:

حقیقی عید اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا اور گناہوں کو چھوڑا (العید لمن خاف الوعید) اللہ تعالیٰ کے فرائض نماز، روزہ، تراویح وغیرہ کو ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں جھوٹ، غیبت، بدنظری، بدکاری، عریانی، فحاشی، خیانت، رشوت اور دھوکا دہی سے بچتا رہا۔ اس کی زندگی میں کچھ انقلاب آیا، لا ابالی پن اور فسق و فجور کی زندگی سے نکل کر تقویٰ کے راستے پر گامزن ہوا، کیونکہ روزہ رکھنے کا مقصد محض بھوکے پیاسے رہنا ہی نہیں ہے بلکہ تقویٰ کی منزل کو پالینا ہے یا کم از کم گناہ کی زندگی سے اپنا رخ پھیر کر تقویٰ کے راستے پر چل پڑنا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں روزے کا مقصد حصول تقویٰ بتلایا گیا ہے اور حدیث پاک میں ارشاد نبوی وارد ہے کہ: جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔

حقیقی عید اس خوش قسمت کی ہے، جس نے رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانا اور توبہ و استغفار، رو دھو کر، آہ و زاری کر کے اپنے گزشتہ گناہوں کا کھاتہ صاف کرلیا۔ اب اس کا نامۂ اعمال گناہوں کی سیاہی سے پاک ہوچکا ہے اور اس کے قلب پر گناہوں کا کوئی دھبہ باقی نہیں رہا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لئے دعا فرمائی:

"اے اللہ! مجھے گناہوں سے ایسے
شفاف کردے جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل
سے صاف کر کے نکھار لیا جاتا ہے۔"

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ کر کے اسے معاف کرالیا تو وہ دور ہوجاتا ہے۔ ورنہ آہستہ آہستہ وہ پورے دل کو گھیر لیتا ہے۔ مزید گناہ کرنے سے سیاہی کی تہیں دل پر جمتی چلی جاتی ہیں اور دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے۔ پھر دل، دل نہیں رہتا بلکہ ایک اعتبار سے پتھر کا ٹکڑا بن جاتا ہے، قبول حق کی استعداد اور اس سے متاثر ہونا جو دل کا اصلی اور امتیازی وصف ہے وہ اسے کھو بیٹھتا ہے۔ لیکن توبہ و استغفار اور آنسوؤں کے پانی سے جب اسے دھو دیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ویسے صاف شفاف ہوجاتا ہے جیسے پہلے تھا اور دل کی زندگی دوبارہ لوٹ آتی ہے۔ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کی کثرت سے اسے مزید مجلّٰی کیا جائے تو اس میں انوار و تجلیات خداوندی کا انعکاس شروع ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ دولت نصیب فرمادیں۔

یار مَنّی جداں:

الغرض عید اس کی ہے جس نے رمضان المبارک میں توبہ و استغفار، طاعت و عبادت اور کثرت ذکر و تلاوت وغیرہ سے اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی رضائے عالی کی دولت کو حاصل کرلیا، لوگوں کو عید کے چاند کا انتظار ہوتا ہے۔ عارفین اور اہل قلوب کی نظریں رحمت خداوندی اور اس کی رضائے عالی پر دیوانہ وار لگ رہی ہوتی ہیں کہ ادھر سے قبولیت اور رضائے عالی کا کوئی اشارہ ملتا ہے یا نہیں، لوگوں کی عادت ہے کہ آخر رمضان میں ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کردیتے ہیں کہ عید کب ہوگی؟ حسب عادت بعض احباب نے حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ سے پوچھا سائیں! عید کداں، سائیں عید کداں، آپؒ نے فرمایا پھر کو سائل نے یہی جملہ پھر دہرایا تو جواباً ارشاد فرمایا: یار منّی جداں، یار منّی جداں (جب یار مان جائے گا، جب یار مان جائے گا)۔

اہل اسلام کی عید:

اہل اسلام کی عید دیگر اقوام کے تہواروں سے بالکل مختلف حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے ہاں عید صرف خوشی کا دن ہی نہیں بلکہ پوری حیوانیت کے اظہار کا دن بھی ہے۔ شرابیں پینا، عیاشی، فحاشی، بدمعاشی، ناچ گانے سب کام اس دن گویا جائز ہیں۔ ہمارا معاشرہ بھی چونکہ فرنگیت کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہے تو یہاں بھی اس نوعیت کے مشاغل کو اپنایا جاتا ہے اور رمضان المبارک کی کمائی ہوئی ساری نیکیوں کو برباد کردیا جاتا ہے۔ قوم کا مزاج اس حد تک بگڑ چکا ہے کہ اپنی عید پر نہیں بلکہ عیسائیوں کے سال نو کی خوشی میں اسی طرح گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔

اہل اسلام کے نزدیک عید صرف خوشی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تہلیل اور عبادت کا خاص دن ہے، جس میں عبادت سے چھٹی نہیں بلکہ مزید ایک عبادت کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ اضافہ بھی ایسا ہی ہے جیسے عید کے روز کھانوں کی انواع میں اضافہ کرلیا جاتا ہے۔ اسی طرح "عبادت" جو روحانی غذا ہے عام دنوں کی نسبت اس میں اضافہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس روز نماز عید کو واجب قرار دیا گیا۔

نماز عید:

عید کے روز اول الذکر تیرہ سنتوں کو بجالانے

اور اوّل وقت میں عیدگاہ (یا جامع مسجد) میں پہنچ جائے۔ نمازِ عید کی نیت یوں کرے: دو رکعت نماز عید الفطر مع زائد تکبیروں کے اس امام کے پیچھے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں اللہ اکبر، پھر ثنا پڑھے، امام صاحب تین تکبیریں کہیں گے، ہر تکبیر پر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک لے جاکر چھوڑ دے، آخر تکبیر پر ہاتھ باندھ لے، دوسری رکعت میں بھی قرأت کے بعد اسی طرح تین تکبیریں کہیں گے، مقتدی بھی حسب سابق یہ تکبیرات کہیں گے، اگر بالفرض امام صاحب تکبیریں کہنا بھول جائیں تو بھی شور نہ مچائیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ کثرت اژدحام کی وجہ سے ایسی صورت میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور نماز درست ہو جاتی ہے۔

دعا:

نماز عید کا سلام پھیرنے کے بعد اجتماعی دعا کرلی جائے۔ امام صاحب دعا کرائیں گے، مقتدی آمین کہیں یا آہستہ آہستہ اپنی اپنی دعا مانگیں گے۔ دعا کے بعد امام صاحب خطبہ پڑھیں گے جس کا سننا واجب ہے۔ دوران خطبہ چلے جانا یا باتیں کرنا اور کوئی لغو حرکت جائز نہیں، پھر خطبے کے بعد دعا نہیں ہے، لوگوں کو چاہئے کہ تکبیرات پڑھتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، جس نے صدقہ فطر نہ دیا ہو وہ لازمی طور پر صدقہ فطر کی ادائیگی کردے تاکہ غربا و مساکین بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔ صدقہ فطر کا ایک بہترین مصرف مدارس دینیہ ہیں، اس میں غریب پروری کے علاوہ اعانت واشاعت دین کا ثواب بھی ملے گا۔

واضح رہے کہ عام طور پر نماز عید کے خطبے کے بعد دعا کرنے کا رواج ہے، لیکن یہ احادیث مبارکہ اور حضرات فقہاء سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا خطبے کے بعد دعا نہ کی جائے۔ جماعت کی نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب وارد ہے۔ اس لئے اس کے عموم میں داخل کرتے ہوئے حضرات اکابر نے عید کی نماز کے بعد دعا کرنے کی اجازت دی ہے۔ مفتی عزیز الرحمن نوراللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ: "ہمارے اکابر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت سہارن پوری وغیرہ ہم قدس اللہ اسرارہم سب کا یہی معمول تھا کہ نماز عید کے بعد دعا فرماتے تھے اور خطبے کے بعد دعا نہیں کرتے تھے، اکابر کا معمول سامنے آجانے کے بعد اسی کا اتباع مناسب ہے، اپنے علمی و اجتہادی فتویٰ دینے کی حاجت نہیں ہے۔

خطباء اور ائمہ کے لئے ایک ضروری بات یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے جب نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا جائے، اسی کے ضمن میں واضح طور پر یہ اعلان کردیا جائے کہ نماز عید کے متصل بعد ملک وملت کی اصلاح و فلاح کے لئے دعا کی جائے گی۔ خوب الحاح واخلاص کے ساتھ دعا کی جائے، دعا کے بعد خطبہ ہوگا اور خطبے کی دعا نہیں ہے، تاکہ لوگوں کے خیال میں یہ بات نہ آئے کہ دعا نہیں مانگی گئی، دعا ضرور کیجئے لیکن نماز کے بعد نہ کہ خطبے کے بعد۔

اعلانِ مغفرت:

خطبہ عید الفطر میں حمد و ثنا کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان روزہ داروں کی مغفرت کا اعلان کرایا جاتا ہے۔ یہ اعلان منجانب اللہ پہلے پہل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کرایا گیا، آپ ہی کے الفاظ مبارک میں ہر عید کے موقع پر اس خطبے کو پڑھا جاتا ہے، خطبہ مبارکہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

"فرمایا: آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر سے فرماتے ہیں کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بتاؤ اس مزدور کی کیا جزا ہے جس نے عمل پورا کردیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کردیا، جو ان پر لازم تھا اور اب دعا میں گڑگڑاتے ہوئے مصلیٰ (عیدگاہ) کی طرف نکلے ہیں، قسم ہے میری عزت و میرے جلال کی اور کرم کی اور میرے علو اور ارتفاع کی، میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا، آج کے دن (عید الفطر) اس اجتماع (عید کی نماز کے اجتماع) میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کریں گے عطا کروں اور دنیا کے بارے میں جو سوال کریں گے اس میں ان کی مصلحت پر نظر رکھوں گا، پھر (بندوں کو) ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا، لہٰذا اس کے بعد (عیدگاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔"

(تلخیص فی الشعب عن ابن عباسؓ)

اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت فرماویں اور عیدگاہ سے بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹیں۔ (آمین)

عید کے بعد قبرستان جانا بھی پسندیدہ ہے، یہ بھی ملاقات احباب کا گویا ایک حصہ ہے۔

شش عید:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو اسے پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا اور اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔" (مسلم شریف)

یوم عید کے بعد یہ روزے شروع کئے جائیں، خواہ لگاتار رکھ لے یا متفرق طور پر رکھے، شوال میں چھ روزے پورے ہوجائیں ان شاء اللہ یہی ثواب ملے گا۔

(وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین)

صدقۃ الفطر کے احکام

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کو ضروری قرار دیا (فی کس) ایک صاع کھجوریں، یا اسی قدر جَو دیئے جائیں۔ غلام اور آزاد مذکر اور مؤنث (یعنی مرد اور عورت) اور ہر چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے اور نماز عید کے لئے لوگوں کو جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔'' (مشکوٰۃ ص: ۱۶۰، بحوالہ بخاری و مسلم)

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے:

صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہو یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ملکیت میں ہو یا اگر سونا، چاندی اور نقد نہ ہو اور ضرورت سے زائد سامان موجود ہو، جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی بن سکتی ہو تو اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے۔ زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مال نصاب پر چاند کے حساب سے ایک سال گزر جائے لیکن صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اگر رمضان کی تیس تاریخ کو کسی کے پاس مال آ گیا، جس پر صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے تو عید الفطر کی صبح صادق ہوتے ہی اس پر صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔

صدقۂ فطر کے فائدے:

صدقۂ فطر ادا کرنے سے ایک حکم شرعی کے انجام دینے کا ثواب تو ملتا ہی ہے۔ اس کے ساتھ دو مزید فائدے اور ہیں:

اول یہ کہ صدقۂ فطر روزوں کو پاک صاف کرنے کا ذریعہ ہے۔ روزے کی حالت میں جو فضول باتیں کیں اور جو خراب اور گندی باتیں زبان سے نکلیں صدقۂ فطر کے ذریعہ روزے ان چیزوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عید کے دن ناداروں اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام ہو جاتا ہے اور اسی لئے عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو کتنا سستا سودا ہے کہ محض دو سیر گیہوں دینے سے تیس روزوں کی تطہیر ہو جاتی ہے یعنی لایعنی اور گندی باتوں کی روزے میں جو ملاوٹ ہو گئی اس کے اثرات سے روزے پاک ہو جاتے ہیں۔

گویا صدقۃ الفطر ادا کر دینے سے روزوں کی قبولیت کی راہ میں کوئی اٹکانے والی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر مسئلہ کی رو سے کسی پر صدقۃ الفطر واجب نہ ہو تب بھی دے دینا چاہئے خرچ بہت معمولی ہے اور نفع بہت بڑا ہے۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طهر للصيام من اللغو والرفث وطعمة للمساكين۔ (رواہ ابوداؤد)

کس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے:

صدقۂ فطر بالغ عورت پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے۔ شوہر کے ذمہ اس کا صدقہ فطر ادا کرنا ضروری نہیں۔۔۔ اس شوہر کی جو نابالغ اولاد ہے اس کی طرف سے بھی اس پر صدقہ فطر دینا واجب ہے بچوں کی والدہ کے ذمہ بچوں کا صدقۂ فطر دینا لازم نہیں ہے۔ اگر بیوی کہے کہ میری طرف سے ادا کر دو اور شوہر بیوی کی طرف سے ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا اگرچہ اس کے ذمہ بیوی کی طرف سے ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

جب مسلمان جہاد کیا کرتے تھے تو ان کے پاس جو کافر قیدی ہو کر آتے تھے ان کو غلام اور باندی بنا لیا جاتا تھا، جس کی ملکیت میں غلام یا باندی ہو اس کے اوپر غلام اور باندی کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دینا واجب ہوتا تھا۔ آج کل کہیں اگر جنگ ہوتی ہے تو وطنی ملکی لڑائی ہوتی ہے شرعی جہاد ہوتا نہیں لہٰذا مسلمان غلام اور باندی سے محروم ہیں۔

صدقہ فطر میں کیا دیا جائے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر دینے کے سلسلے میں دینار و درہم یعنی سونے چاندی کا سکہ ذکر نہیں فرمایا بلکہ جو چیزیں گھروں میں عام طور سے کھائی جاتی ہیں، انہی کے ذریعہ صدقہ فطر کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ حدیث بالا میں جس کا ترجمہ ابھی ہوا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فی کس صدقہ فطر کے ادائیگی کے لئے دینے کا ذکر ہے۔ دوسری حدیثوں میں ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب یعنی کشمش دینے کا ذکر آیا ہے اور بعض روایات میں ایک صاع گیہوں دو آدمیوں کی طرف سے بطور صدقہ فطر دینا بھی وارد ہوا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ لہذا اگر صدقہ فطر میں جو دے تو ایک صاع دے گیہوں دے تو آدھا صاع دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو اور گیہوں وغیرہ ناپ کر فروخت کیا کرتے تھے اور ان چیزوں کو تولنے کے بجائے ناپنے کا رواج تھا۔ اس زمانے میں ناپنے کا جو ایک پیمانہ تھا، اسی کے حساب سے حدیث شریف میں صدقہ فطر کی مقدار بتائی ہے ایک صاع کچھ اوپر ساڑھے تین سیر کا ہوتا تھا۔ ہندوستان کے بزرگوں نے جب اس کا حساب لگایا تو ایک شخص کا صدقہ فطر گیہوں کے اعتبار سے اسی کے سیر سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہوا۔ عام طور سے کتابوں میں عوام کی رعایت سے یہی تول والی بات لکھی جاتی ہے۔ اگر ایک گھر میں میاں بیوی اور چند نابالغ بچے ہوں تو مرد پر اپنی طرف سے اور ہر نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر میں فی کس ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گندم یا اس کا دوگنا جو یا چھوارے یا کشمش یا پنیر دینا واجب ہے۔ بیوی کی طرف سے مرد پر صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے اور ماں جتنی بھی مال دار ہے، نابالغ اولاد کا صدقہ فطر اس کو ادا کرنا واجب نہیں۔ یہ صدقہ باپ پر واجب ہوتا ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت:

صدقہ فطر عید کے دن کی صبح کے طلوع ہونے پر واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے پہلے مر جائے تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: صدقۃ الفطر عید سے پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ اگر پہلے ادا نہ کیا تو عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ اگر کسی نے نماز عید سے پہلے یا بعد نہ دیا تو ساقط نہ ہوگا۔ اس کی ادائیگی برابر ذمہ رہے گی۔

مسئلہ: جو بچہ عیدالفطر کی صبح صادق ہو جانے کے بعد پیدا ہوا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔

جس نے روزے نہ رکھے ہوں اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے:

اگر کسی بالغ مرد و عورت نے کسی وجہ سے روزے نہ رکھے تب بھی صدقہ فطر کا نصاب ہونے پر صدقہ کی ادائیگی واجب ہے۔

صدقہ فطر میں نقد قیمت یا آٹا وغیرہ:

صدقہ فطر میں گیہوں کا آٹا بھی دیا جاسکتا ہے۔ وزن وہی ہے جو اوپر گزرا اور "جو" کا آٹا بھی دے سکتا ہے اس کا وزن بھی وہی ہے جو "جو" کا وزن ہے۔

مسئلہ: صدقہ فطر میں جو یا گیہوں کی نقد قیمت بھی دی جاسکتی ہے، بلکہ اس کا دینا افضل ہے۔ اگر گیہوں اور جو کے علاوہ کسی دوسرے غلہ سے صدقہ فطر ادا کرے، مثلاً چنا، چاول، جوار، مکئی وغیرہ دینا چاہے تو اتنی مقدار میں دے کہ اس کی قیمت ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گیہوں یا اس سے دوگنے جو کی قیمت کے برابر ہو جائے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی میں کچھ تفصیل:

مسئلہ: ایک شخص کا صدقہ ایک محتاج کو دے دینا یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی محتاجوں کو دے دینا دونوں صورتیں جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چند آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی محتاج کو دے دیا جائے۔

صاحب نصاب کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں

جس پر زکوٰۃ خود واجب ہو یا زکوٰۃ واجب ہونے کے بقدر اس کے پاس مال ہو یا ضرورت سے زائد سامان ہو جس کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔ جس کی حیثیت اس سے کم ہو شریعت کے نزدیک اسے فقیر کہا جاتا ہے اسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔

رشتہ داروں کو صدقہ فطر دینے کی تفصیل:

اپنی اولاد کو یا ماں، باپ اور نانا، نانی، دادا، دادی کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر نہیں دے سکتے، البتہ دوسرے رشتہ داروں کو مثلاً بھائی بہن چچا ماموں اور خالہ وغیرہ کو دے سکتے ہیں۔ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو صدقہ فطر دے تو ادائیگی نہ ہوگی اور سیدوں کو بھی صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

فائدہ: بہت سے لوگ پیشہ ور مانگنے والوں کے ظاہری پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر یا کسی عورت کو بیوہ پا کر زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے دیتے ہیں، حالانکہ بعض مرتبہ بیوہ عورت کے پاس بقدر نصاب زیور ہوتا ہے۔ اسی طرح روزانہ کے مانگنے والوں کے پاس اچھی خاصی مالیت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو دینے سے ادائیگی نہ ہوگی۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر کی رقم خوب سوچ سمجھ کر دینا لازم ہے۔

رشتہ داروں کو دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے:

جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا جائز ہے ان کو دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے، کیونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہو جاتی ہے۔

نوکروں کو صدقہ فطر دینا:

اپنے غریب نوکروں کو بھی زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں، مگر ان کی تنخواہ میں لگانا درست نہیں۔

بالغ عورت اگر صاحب نصاب ہو:

اگر بالغ عورت اس قابل ہے کہ اس کو صدقہ فطر دیا جاسکے تو اسے دے سکتے ہیں، اگر چہ اس کے میکے والے مال دار ہوں۔

☆☆......☆☆

روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
ہمدرد

انتہا پسندی اور اس کا تاریخی پس منظر!

مولانا عنایت الرحمٰن

"انتہا پسندی کا تاریخی پس منظر معلوم کرنے کے لیے انسانی مزاج، اختلافات کی نوعیت اور اختلافات کی گنجائش کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اگر ہم تمام جانداروں کو سرسری نظر سے بھی دیکھیں تو ایک چیز ان میں نمایاں طور پر قدر مشترک نظر آئے گی اور وہ ہے اختلاف، باہمی جھگڑوں اور لڑائیوں کا مشاہدہ ناطق ہے کہ حیوانات کی ہر جنس اور ہر جنس کا ہر فرد دوسروں پر فوقیت و بالادستی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، پھر اس سفر میں جو رکاوٹ سامنے آتی ہے وہ اسے دور کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے، دوسری طرف کچھ اشیا ایسی ہیں کہ جن کا تعلق اگرچہ تفوق اور سربلندی سے نہ ہو مگر خواہش ان کو مقتضی ہوتی ہے، اس لئے سرداری اور آرام وراحت سب کو مطلوب ہیں، ہر متنفس پیٹ بھرنے، صحت مند اور سکون سے رہنے کو پسند کرتا بلکہ طلب کرتا ہے۔ اس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے ایک قوت غضبیہ اور دوم قوت شہوانیہ، ہر ذی جان چیز میں یہ دو قوتیں ودیعت کی گئی ہیں، پھر وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے بطور ہتھیار غضب وغصہ کو بھی استعمال کرتا ہے اس طرح خون خرابہ ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر کے اجزائے ترکیبیہ کا جائزہ لیا تو فوراً بول اٹھے کہ یہ تو یعنی ان کی اولاد ونسل زمین میں فساد کرے گی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی، مگر انسان میں چونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک تیسری قوت بھی ودیعت فرمائی تھی جو مستتر و مضمر تھی اور حیوانات میں موجود نہ تھی اس لئے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔ وہ قوت عقل کی غیر معمولی دولت تھی جس سے انسان کو مالا مال بنایا گیا تھا، لہٰذا کہا جائے گا کہ انسان تمام جانداروں سے اس خداداد صلاحیت کی بنا پر ممتاز ہے بلکہ اشرف المخلوقات ہے، اس طرح اس کے اندر تین ملکات جمع ہوگئے قوت غضبیہ، قوت شہوانیہ، اور قوت عاقلہ۔ میرا یہ تحقیقی مقالہ اسی تناظر میں تحریر کیا گیا ہے۔"

افلاطون، ارسطو اور تمام فلاسفہ ان تینوں کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر فضیلت دو رذیلتوں کے درمیان ہوتی ہے، چنانچہ قوت غضبیہ کی افراط وتفریط سے رذیلتیں جنم لیتی ہیں مگر اس کے اعتدال سے شجاعت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح قوت شہوانیہ کے اعتدال سے عفت اور قوت عاقلہ کے اعتدال سے حکمت معرض وجود میں آتی ہیں پھر ان تینوں کو ملا کر عدل جیسی نعمت نصیب ہوتی ہے۔(۱)

بعض سطحی ذہن کے مالک اس حقیقت سے ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر مطلق اختلاف کے خلاف ہیں وہ نہ تو نظریاتی اختلافات کے قائل ہیں اور نہ ہی حمیت کی بنا پر جھگڑوں کو تسلیم کرتے ہیں حالانکہ پتھر کی طرح بے حس ہونا تو انسان کی فطرت کے منافی ہے اس لئے تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے، ہاں یہ کہنا بجا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے، لہٰذا وہ عقل کی روشنی میں اور عقل کی طاقت سے باقی دو قوتوں کو کنٹرول کرے وہ نہ تو قوت غضبیہ کو بے قابو ہونے دے اور نہ ہی قوت شہوانیہ کو، اس لئے تو علماء نے لکھا ہے کہ انسان ایسی مخلوق ہے کہ اگر وہ اپنا مقصد زندگی جان کر اس کے حصول میں لگ جائے اور کامیاب ہو جائے تو وہ عرشی بن جاتا ہے اور فرشتوں سے بھی برتر ہو جاتا ہے جبکہ مقصد سے ہٹنے کی صورت میں نہ صرف فرشی بلکہ جانور سے بھی بدتر بن جاتا ہے۔"(۲)

اختلافات کی نوعیت:

اگرچہ انسانی فطرت کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ انسانوں کے مابین اختلافات ناگزیر ہیں تاہم اختلافات کی نوعیتوں میں فرق ہے(۳) بعض اختلافات حیوانی ہوتے ہیں اور بعض شیطانی، بعض نسلی، بعض علاقائی، بعض لسانی اور بعض اقتصادی وغیرہ وغیرہ، تاہم میرے مقالے کا موضوع چونکہ مذہبی انتہا پسندی ہے اس لئے یہاں صرف اس قسم پر بحث ہوگی۔

اختلافات کی گنجائش:

جب یہ طے پایا کہ اختلافات ناگزیر ہیں تو یہ بات خود بخود معلوم ہوئی کہ اختلافات کی گنجائش موجود ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہ گنجائش کس حد تک ہے، کیا اس کا ایک ہی دائرۂ کار ہے یا مختلف زاویے ہیں، اختلافات تو ائمہ اربعہ کے درمیان بھی رہے ہیں بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے مایہ ناز وشہرۂ آفاق شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی اپنے استاذ اور آپس میں اختلافات پائے جاتے ہیں،(۴) حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ ان کا یا دیگر ائمہ کا باہمی اختلاف ہرگز مذموم نہ تھا، تو کیا فرق ہے ان کے اور شرپسندوں کے اختلاف میں کہ ایک ممدوح بلکہ باعث اجر وثواب ہے، امت کے لئے رحمت (۵) ہے جبکہ دوم مذموم اور باعث لعنت اور امت کے لئے زحمت کا موجب ہے؟

شیطانی اختلاف:

جیسا کہ عرض کیا جا چکا کہ اختلافات میں بعض ایسے بھی ہیں جو انسانی فطرت سے متعلق نہیں ہیں بلکہ وہ محض ابلیس کے اکسانے کی بنا پر معرض وجود میں آتے ہیں، چونکہ اس اختلاف کی بناء پر انسان اپنے مقصد حیات سے ہٹ جاتا ہے، اس سے فساد وفتنہ برپا ہو جاتا ہے، انسانیت کی کشتی اس طوفانی خطرے سے دوچار ہو جاتی ہے جس سے بچنا مشکل ہی ہو جاتا ہے اس لئے یہ اختلاف مذموم ومعیوب ٹھہرا، جبکہ وہ اختلاف جس سے انسانیت کا فائدہ ملحوظ ہو تو وہ عین کمال ہے بشرطیکہ وہ اصول کے مطابق اور حدود کے اندر ہو گویا صاف نیت، عقلی ونقلی حد بندی کا لحاظ رکھتے ہوئے اختلاف کرنا ہرگز قابل مذمت نہیں اور نہ ہی منع ہے۔

مذموم وممنوع صرف وہ اختلاف ہے جو انسانیت کو فلاح کی راہ سے ہٹا کر جھگڑوں، فسادات اور خرافات کی طرف دھکیل دے، اب ہم آتے ہیں انتہا پسندی کے تاریخی پس منظر کی طرف۔

انسان تاریخ کے آئینہ میں:

ان سطور میں ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہم اس تاریخی پس منظر کو ان حقائق پر مبنی کریں گے جن کی صداقت پر تمام سماوی والہامی ادیان کے پیروکار متفق ہیں۔

ہم اس بات کے ہرگز قائل نہیں کہ انسان کسی اور جنس جیسے مینڈک، مچھلی یا بندر سے ارتقاء کا نتیجہ ہے، بلکہ ہم انسان کو خاکی اور آدمی ہی مانتے ہیں، ہمارا بے غبار عقیدہ ہے کہ آج کا انسان آدم زاد ہے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔(۶)

حضرت آدم علیہ السلام کائنات کی تخلیق سے کتنی مدت کے بعد پیدا ہوئے تھے اس بارے میں کوئی صریح روایت نہیں پائی جاتی گو کہ جمعہ کے دن عصر کے وقت کی روایات صحیح اور صریح ہیں،(۷) تاہم ان میں جمعہ کی تعیین نہیں ہے کہ وہ کون سا جمعہ تھا سب سے پہلا جمعہ یا کوئی اور؟

بہر کیف حضرت آدم علیہ السلام کے روئے زمین پر بسنے کے بعد اب تک کوئی ہزاروں سال مکمل ہو چکے ہیں، یہ عرصہ اور زمانہ دراز ہوکل ہزاری کے بعد اختلافات (۸) سے لبریز رہا ہے، دریں اثنا کوئی زمانہ اگر بغیر اختلاف کے گزرا ہے تو وہ طوفان نوح کے بعد چند مہینوں یا چند سالوں کا عرصہ (۹) ہے، پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں ساری انسانیت مذہب کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کا وقت (۱۰) ہے جو چند سالوں پر مشتمل ہوگا۔

غرض ان تین زمانوں کے علاوہ انسانیت کی تاریخ میں کوئی زمانہ اختلاف سے خالی نہیں گزرا ہے۔

ان اختلافات میں اگر ایک طرف روم اور فارس اور عربوں اور مصریوں کے مابین اقتصادی وملکی و علاقائی لڑائیاں بھی گزری ہیں لیکن ایک بڑا حصہ ان میں مذہبی اختلافات سے پیدا ہونے والی صورتحال کا بھی ہے۔

طوفان نوح ہو یا عاد اور ثمود، غرق فرعون ہو یا سدوم کی الٹی بستیاں، اہل مدین ہوں یا مابعد کے واقعات وحوادث یہ سب مذہبی اختلاف اور منافرت کے سلاسل کی کڑیاں ہیں۔

بہت پہلے کی تاریخ محفوظ نہیں ہے اس لئے مورخین قدیم تاریخ کے متعلق قرآن وسنت، اسرائیلی روایات (جو بظاہر انبیاء علیہم السلام سے مروی ہیں گو کہ کلی طور پر نہ ہوں) اور آثار قدیمہ پر تکیہ کرتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ باوثوق ذریعہ قرآن و سنت ہے، لہٰذا ہم قرآن کو بڑا ماخذ مانتے ہوئے اس تاریخی پس منظر کا نقطہ آغاز ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۳ میں اس کا ذکر کچھ یوں کیا ہے:

”کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ۔“

”تھے سب لوگ ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور

مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۔ “(۱۱)

”اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں۔“

اسی طرح سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۹ میں ہے:

”وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۔“ (۱۲)

”یعنی سب لوگ ایک ہی امت تھے مگر جدا جدا ہو گئے۔“

اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ "حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا ایک مدت تک۔ اس کے بعد دین میں لوگوں نے اختلاف ڈالا تو خدا تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا جو اہل ایمان وطاعت کو ثواب کی بشارت دیتے تھے اور اہل کفر ومعصیت کو عذاب سے ڈراتے اور ان کے ساتھ نئی کتاب بھی بھیجی تا کہ لوگوں کا اختلاف اور نزاع دور ہو اور دین حق ان کے اختلاف سے محفوظ اور قائم رہے۔" (۱۳)

وہ مزید تحریر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ اللہ نے جو کتابیں اور متعدد نبی بھیجے تو اس واسطے نہیں کہ ہر فرقہ کو جدا طریقہ بتلایا ہو بلکہ سب کے لئے اللہ نے اصل میں ایک ہی راستہ قائم کیا، جس وقت اس راستے سے نکلے تو اللہ نے نبی کو بھیجا اور کتاب اتاری کہ اس کے موافق چلیں، اس کے بعد پھر بہکے تو دوسرا نبی اور کتاب اللہ پاک نے اسی ایک راہ قائم کرنے کو بھیجا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تندرستی ایک ہے اور بیماریاں بے شمار، جبکہ ایک مرض پیدا ہوا تو اس کے موافق دوا اور پرہیز فرمایا، جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا، اب آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ فرما دیا جو سب بیماریوں سے بچائے اور سب کے بدلے کفایت کرے اور وہ طریقہ اسلام ہے، جس کے لئے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف بھیجے گئے۔

اور دوسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ سُنّتُ اللہ یہی جاری ہے کہ بُرے لوگ ہر نبی مبعوث کے خلاف اور ہر کتاب الٰہی میں اختلاف کو پسند کرتے رہے اور اس میں ساعی رہے۔" (۱۴)

انتہا پسندی تاریخ کے آئینہ میں:

جیسا کہ عرض کیا جاچکا کہ انتہا پسندی افراط و تفریط کا دوسرا نام ہے، افراط وتفریط ہی ایسے دو پہلو ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اعتدال و توازن کو بگاڑ دیتا ہے۔ مذہبی انتہا پسندی میں شدت اور غلو اچانک پیدا نہیں ہوتا بلکہ اپنے اسباب ومحرکات کے تناسب سے دھیرے دھیرے اس میں تشدد کا عنصر نمایاں ہوتا چلا جاتا ہے۔

آج کل چونکہ برقی دور ہے، انسان آج کی دنیا میں جتنا تیز رو ہوگیا ہے اتنا اس سے قبل کبھی بھی نہیں رہا ہے۔ عصر حاضر میں کوئی بھی چیز فرض کرلیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی رفتار سابقہ تمام ریکارڈ توڑ چکی ہے، مثلاً کسی بھی ملک میں کوئی وبائی مرض پھیل جائے تو اس کی خبر اس ملک کے باشندگان کی طرح ساری دنیا کو آناً فاناً ہوجاتی ہے، اسی طرح وہاں کے مکین بیرون ملک سفر کرکے یا باہر سے آنے والے غیر ملکی واپس جاکر وہ بیماری اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اس حمل ونقل میں کوئی زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرتا پھر جب اس متعدی ومہلک بیماری کا علاج دریافت ہوتا ہے اور دوا تیار کی جاتی ہے تو چند دنوں میں وہ دنیا بھر کی مارکیٹوں تک بآسانی پہنچائی جاسکتی ہے۔

یہی حال انتہا پسندی کا سمجھ لینا چاہیے کہ آج کے انسان میں ان مواصلات وغیرہ ذرائع کی وجہ سے جتنی جلد تبدیلی آتی ہے وہ پہلے ممکن نہ تھی آج دنیا کے کسی بھی خطے میں کوئی ناقابل برداشت واقعہ رونما ہو جائے تو اسی وقت اس کی خبر دنیا بھر میں پھیل جاتی ہے اور نتیجہ میں لوگ سڑکوں پر آتے ہیں، احتجاج کرتے ہیں اور تشدد کرتے ہیں۔

جبکہ ماضی کا انسان آج کی طرح نہ تھا وہ ان سہولیات سے محروم و نا آشنا تھا جو موجودہ انسان کو حاصل ہیں، اس لئے زمانہ گزشتہ میں تبدیلی آنے میں کافی وقت لگتا۔

اس حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم جتنا پیچھے جائیں گے تو انتہا پسندی کی رفتار میں کمی اور سستی پائیں گے۔ چنانچہ روئے زمین پر آباد ہو جانے کے سینکڑوں سالوں تک بھی انتہا پسندی کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا (۱۵) یا کم از کم جماعتی شکل میں اس کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی ہے۔

مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں ایک طرف انسان کی باقی صلاحیتیں بیدار ہوگئیں، وہاں اس کی منفی استعداد میں بھی نمایاں تیزی آگئی اگر ایک طرف اس کی شرافت کے نئے نئے باب کھل گئے تو دوسری جانب اس کی شرارت کے بھی بہت سے دروازے مفتوح ہوگئے، چنانچہ تقریباً ایک ہزار سال گزارنے کے بعد انسان کی سوچ میں تبدیلی آچکی تھی، اب کا انسان وہ نہ رہا تھا جو پہلے ہوا کرتا تھا لوگوں نے نئے انداز سے سوچنا شروع کردیا تھا، وہ مذہب کے سابقہ اصول کے پابند نہیں رہے تھے۔

اس بارے میں سب سے پہلے مذہب کے حوالے سے جو تبدیلی انہوں نے کی وہ توحید کے مفہوم میں عندی وشیطانی تلبیس تھی، انہوں نے سوچا کہ جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کو مشاہدۃً نہیں دیکھ سکتے تو کیوں نہ واسطہ کا سہارا لے کر ہم اپنی عبادت کو مزید با مقصد بنائیں، چنانچہ انہوں نے اس مقصد کی خاطر مورتیوں کی عبادت شروع کردی، وہ یہ کام شرک کی نیت سے نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کوئی اور غلط مقصد تھا وہ تو اپنی عبادت کو مزید موثر بنانے اور اس میں خشوع وخضوع حاصل کرنے کی غرض سے یہ کام کرتے، لیکن ان کا یہ کام درحقیقت نادانی اور بے وقوفی پر مبنی ہونے کی وجہ سے انسانیت کی تقسیم اور تفریق کا قوی سبب بنا۔

ان کے اس عمل سے جو تباہی اور جو خرابی معرض وجود میں آئی وہ نہ صرف یہ کہ ان کے دور کو بے لطف بنانے کا ذریعہ بنی بلکہ قیامت تک آنے والی انسانیت کے انتشار کا موجب بھی بنی رہی۔

ٹھیک ہے کہ ان کا ارادہ یہ نہ تھا کہ ہم انسان کو گمراہ کرنا یا آپس میں لڑانا چاہتے ہیں اور نہ ہی ان کی مراد غلط تھی کہ وہ دین کو بگاڑنا یا کوئی اور مذموم مقصد کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ تو چاہتے تھے کہ جب ان کے بزرگوں کی صورتوں پر مبنی مورتیاں ان کے سامنے ہوں گی تو نماز میں ان کی توجہ کامل رہے گی کیونکہ محسوس کا ادراک کرنا آسان تر ہوتا ہے، مگر یہ کام شریعت کے وضع کردہ اصول کے منافی ہونے کی وجہ سے تباہی وہلاکت کے سوا کچھ بھی ساتھ نہ لا سکا۔

چنانچہ ہوا یہ کہ اول تو ان کے بزرگوں نے صرف یہ مورتیاں بنائیں تا کہ وہ ان کو دیکھ کر اپنے بزرگوں کی یادیں بھول نہ جائیں جیسا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ابن ہشام کے حوالہ سے اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے مگر اس قرن کے بعد اس نظریہ میں یہ تبدیلی آئی کہ انہوں نے ان مورتیوں کی تعظیم شروع کر دی پھر ان کی نسل نے باقاعدہ پوجا پاٹ اور عبادت شروع کر دی (۱۹) تا آنکہ جب اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو اس عمل بد سے روکے تو انہوں نے صاف انکار کر کے اپنے بتوں پر جمے رہنے اور اپنے موقف کا دفاع کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین شروع کر دی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا"۔(۱۷)

"اور کہا انہوں نے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (چھوڑنا)۔"

یہ جواب ایک ایسی ہٹ دھرمی پر مبنی تھا کہ اس میں نہ عقل کی آمیزش تھی اور نہ ہی نقل کی کرن تھی، چونکہ مذہب سے کوئی انسان لاتعلق نہیں رہ سکتا اس لیے جب ایک فریق کی بات دوسرے فریق کی سمجھ سے بالاتر یا اس کی نظر میں غلط ہوگی تو لازمی طور پر اس سے اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر اس اشتعال کو قابو نہ کیا جائے تو وہ باہمی اختلافات اور قتل و قتال و تنازعات کا سبب بنتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ انسان نے اپنے بارے میں جو کچھ سوچا، اپنے بارے میں جو نظامہائے زندگی مرتب کیے ان کی اصل خامی یہ ہے کہ وہ انسانی فطرت کے ناقص علم پر مبنی ہیں۔ انسانی فکر، انسانی فطرت کے تقاضوں کو ٹھیک طور پر سمجھے بغیر انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نتیجۃً بار بار ٹھوکریں کھاتا ہے۔ انسانی فکر کی دوسری بنیادی خامی یہ ہے کہ وہ صرف اپنے دور کے بارے میں ہی سوچتا ہے۔ اس لیے اس کی سوچ وقتی اور ہنگامی تقاضوں پر مبنی ہوتی ہے۔ اور اس کی تیسری فکری خامی یہ ہے کہ عموماً اس کا نقطہ نظر بغاوت اور ردعمل پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی سوچ کا نوے فیصد حصہ غصے اور نفرت پر مبنی ہوتا ہے۔

ان خامیوں کو مد نظر رکھ کر آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے نظام میں اعتدال کو کس قدر ملحوظ رکھا گیا ہوگا اور انتہا پسندی سے یہ نظام کس قدر بعید ہوگا۔

اسلام چونکہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس لیے انسانی فکر کی انتہا پسندیوں کے عین درمیان چلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آج کی دنیا کو اس اعتدال کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی آج سے چودہ سو سال پہلے تھی، بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔ اگر قدیم دور کا انسان اس شمع ہدایت کو تھام کر نہ صرف ہدایت یافتہ بلکہ راہنما بن سکتا ہے تو آج کے دور کا انسان کیوں نہیں؟ ☆☆☆

حوالہ جات:

(۱) حفظ الرحمن، مولانا، "اخلاق اور فلسفۂ اخلاق"، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، صفحہ نمبر ۳۱۶، سن طباعت ۱۹۵۸ء۔

(۲) شاہ ولی اللہ دہلوی، محدث، حجۃ اللہ البالغۃ، انڈیا دیوبند، کتب خانہ رحیمیہ، باب نمبر ۹، سر تکلیف کا بیان، ص ۳۰۷، سن طباعت ندارد۔

(۳) اسماعیل بن کثیر الدمشقی، الحافظ، تفسیر ابن کثیر، کراچی، قدیمی کتب خانہ، تفسیر آیت ۱۷۱، سورۃ الاعراف، ص ۲۶۲، ج ۲، سن طباعت ندارد۔

(۴) ابن خلدون، علامہ، مقدمہ ابن خلدون، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۳۳۱، ج ۲، سن طباعت ندارد۔

(۵) ابن عابدین محمد امین، الشامی، شرح عقود رسم المفتی، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۱۸، سن طباعت ندارد۔

(۶) نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی، ملا علی قاری، الموضوعات الکبریٰ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۱۵۱، ۵۴، سن طباعت ندارد۔

(۷) قرآن ۲۳/۹۱۔

(۸) الشیخ محمد بن اسماعیل، الامام البخاری، صحیح البخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۶۹۸، ج ۱، سن طباعت ۱۹۶۱ء، کتاب۔

(۹) قرآن ۲/۲۱۳۔ (۱۰) قرآن ۱۱/۲۸۔

(۱۱) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، امام ترمذی، جامع ترمذی، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ص ۳۰، ج ۲، سن طباعت ندارد۔

(۱۲) قرآن ۲/۲۱۳۔ (۱۳) قرآن ۱۰/۱۹۔

(۱۴) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ الاسلام، مدینہ منورہ، تفسیر عثمانی، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، ۱۱، صفحہ ۴۱، سن طباعت ندارد۔

(۱۵) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ الاسلام، مدینہ منورہ، تفسیر عثمانی، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، ۱۱، صفحہ ۴۱، سن طباعت ندارد۔

(۱۶) عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی، الحافظ، تفسیر ابن کثیر، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۴۵۰، ج ۱، سن طباعت ندارد۔

(۱۷) ابن جوزی، علامہ، تلبیس ابلیس، کراچی، دار الاشاعت، ص ۳۷، سن طباعت ندارد۔ (۱۸) قرآن ۷۱/۲۳۔

☆☆ ☆☆

رمضان المبارک کے بعد

ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ

رمضان شریف آیا اور چلا گیا پھر وہی ہم ہیں پھر وہی مشاغل پھر وہی نفس شیطان ہیں اور پھر وہی حالات زندگی:

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے

رمضان شریف کے متعلق کتنی فضیلتیں سنیں، کچھ اثر بھی محسوس کرتے ہو اور کچھ ان کا حق ادا کرنے کی توفیق بھی ہوئی! کچھ نہیں محسوس ہوتا! ہم جو عبادات وطاعات میں مشغول رہے ان کا کیا اجر ملا، ہمارے ایمان وروح میں کس قدر ترقی ہوئی، اللہ تعالیٰ کی کس قدر رضا نصیب ہوئی کچھ محسوس نہیں ہوتا تو دیکھئے پہلے یہاں سے شروع کیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ان ہزاروں احسانات و اکرامات کا شکریہ ادا کریں جن کو محسوس کرتے ہیں اور جن سے ہر وقت کا واسطہ ہے اور عادات ڈالیں ان نعمتوں کی قدر دانی کی جب قدر کریں گے تو قلب اور روح میں صحیح صلاحیتیں پیدا ہوں گی، قابلیت پیدا ہوگی، اللہ میاں نے فرمایا کہ یہ مہینہ میرا ہے اور روزہ داروں کو صلہ میں دوں گا، ہمیں آپ کو کیا معلوم کہ کن کن عنوانات سے اور کس قدر انعامات عطا ہو رہے ہیں، ہمارے اللہ میاں ایسے ہی مربی، ایسے ہی رحیم وکریم ہیں، ان کی رحمتیں اور بے بہا نعمتیں ہمارے احساسات سے بالاتر ہیں کیونکہ یہ سب روحانی وایمانی ہیں لیکن جو کچھ انعامات محسوسات میں سامنے ہیں ان کو ذرا متحضر کرلیں اور شکر ادا کریں۔

اللہ میاں نے جب فرمایا کہ یہ مہینہ میرا ہے تو معلوم ہوا کہ یہیں سے شفقت کا معاملہ شروع ہوا۔ اب تمہیں پاک وصاف ہو جانے کا موقع عطا فرمایا جارہا ہے، اس لئے کہ ناپاکی کے ساتھ نہ اللہ میاں سے تعلق ہوسکتا ہے اور نہ ان کے احسانات کا ادراک ہوسکتا ہے، تمہارے ہی نفع کے لئے اللہ میاں نے ذرا تیور بدل کر فرمایا کہ دیکھو اگر تم نے اس ماہ میں اپنے گناہ معاف نہ کروالئے تو برباد ہو جاؤ گے، اللہ میاں کا یہ تیور کام آ گیا، بندے ڈر گئے اور لالچ میں بھی آ گئے اور عرض کرنے لگے: یا اللہ! ہماری ساری زندگی کے گناہ معاف فرمادیجئے، ہم نہ جانے کہاں کہاں ملوث رہے اور نہ جانے کتنی لغویات اور معصیتوں میں اپنے دن گندگی میں گزار لئے ہم نے شرافت کے احساسات مٹا لئے اور اپنا احساس بندگی ہی کھو بیٹھے، لیکن اب جبکہ ندامت کا احساس ہوا تو توبہ واستغفار کی توفیق ہوئی، چونکہ ندامت اور خلوص دل سے توبہ کرلی تو اللہ میاں نے اپنے وعدے کے مطابق معاف فرمادیا۔ اب قلب صاف ہو گیا اور ہم متقی اور پرہیز گار ہو گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ ہم تم کو دس دنوں تک مورد رحمت بنائیں گے کون سی رحمت جس کو اللہ میاں چاہتے ہیں کہ تمہارے لئے ہو اور جس کی تم کو ضرورت ہے پھر دس دنوں تک مورد مغفرت بنائیں گے اور اگر پھر بھی اندیشہ ہو تو دس دن ہم ایسے رکھیں گے کہ پروانہ نجات دے دیں گے اب تو دوزخ سے چھٹی ہوگئی اور ایسے پاک وصاف ہو گئے کہ نفس بشریت کے جتنے فاسق مادے تھے سب دور ہو گئے، لا الٰہ الا اللہ، یہ انعامات کس کو مل رہے ہیں؟ روزہ دار مؤمنین کو، کون مؤمنین؟ جو ان کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، ارے وہ محبوب نبی جن کو اللہ جل شانہ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا خود بھی رؤف الرحیم اور رحمت للعالمین اور آپ کو بھی رؤف الرحیم اور رحمت للعالمین بنایا، آپؐ ہی کی دل جوئی آپؐ ہی کی خاطر یہ سب انعامات مؤمنین کو عطا فرمائے، اسی محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو عالم ناز میں آ کر اپنے رب سے کہتے ہیں کہ میں تو راضی نہ ہوں گا جب تک میں اپنی مراد نہ پالوں اور جب تک اپنے امتیوں کے لئے تمام مغفرت کا سامان نہ کرالوں تو اللہ میاں فرماتے ہیں: اچھا ہم ایسا انعام دیں گے جو آپؐ کے امتیوں کے قیاس اور وہم وگمان میں بھی نہ آسکے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مہینہ میرا ہے تو اس ماہ مبارک میں ہم کو اپنا ہی بنالینے کے لئے بہت سے ذرائع بھی عطا فرمائے اور ایسی عبادات وطاعت کی توفیق دی جس میں انہیں کی رضا جوئی پیش نظر تھی، چنانچہ روزہ داروں کی ساری رات عبادات میں گزر جاتی ہے، افطار سے پہلے ہی ہر مسلمان دنیا کے مشاغل سے فارغ ہو کر عبادات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، چنانچہ روزہ افطار کے بعد نماز مغرب میں نوافل ادا کئے، اس کے بعد کھانا کھایا پھر تراویح سے فارغ ہوتے ہوتے کافی وقت گزر گیا اور دیر سے سونے کا وقت ملا۔ اس کے بعد جب سحری کے لئے بیدار ہوئے تو اس وقت نوافل تہجد، تسبیحات اور فراغت قلب کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعائیں ومناجاتیں، نماز فجر تک جاری رہیں، نماز فجر باجماعت ادا ہوئی کچھ دن میں بھی اشراق وچاشت کی نمازیں، کلام پاک

کی تلاوت، اذکار و اوراد میں مشغولیت اور اس کے علاوہ دنیوی مشاغل میں ہر وقت ذکر اللہ اور پاکیزگی کا اہتمام رہا، یہ سب باتیں تعلق مع اللہ ہی تو پیدا کرنے والی ہیں، اگر ان سب کا خلاصہ نکالئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ مبارک میں ہم کو کتنا زیادہ کلام اللہ سننے اور پڑھنے کا موقع ملا جو ایک معنی میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہی کی سعادت ہے پھر اور دنوں کے مقابلے میں اس ماہ مبارک میں زیادہ وقت دعاؤں اور مناجاتوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، ان سب باتوں کا حاصل الحمدللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سب خصوصیات کی توفیق عطا فرمائی تو قبول بھی فرمالیا اور یہی ہماری عبادت کی غایت تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے عنوانات عطا فرما کر ہم کو اپنا ہی بنالیا۔

روزہ داروں کے لئے اعلان ہورہا ہے کہ جنت سجائی جارہی ہے مہکائی جارہی ہے کیوں؟ ہمت افزائی کے لئے، ایمان افروزی کے لئے، اپنے تعلق خاص کے لئے، اس کے علاوہ کیا کرم چاہتے ہو؟ اللہ میاں فرماتے ہیں کہ ہمارے فرشتے جو ہمہ وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے ہیں ان کو حکم ہوتا ہے کہ ابھی اپنی اس عبادت سے رک جاؤ اور ہمارے بندوں کے لئے جو روزہ دار ہیں دعائے مغفرت کرو اور جو دعائیں بندے مانگیں اس پر آمین کہو، ارے کتنا بڑا احسان ہے کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے، اللہ میاں فرماتے ہیں کہ نادانو! تمہیں کیا معلوم ہم نے تمہیں کیا دے دیا؟ صفات ملکوتی تمہیں دیئے گئے ہیں اور فرشتوں کو روزہ رکھوا کر یعنی ان کی غذا تسبیح و تحمید سے رکوا کر تمہارے لئے دعائیں کروائیں، اس ماہ مبارک میں اللہ میاں نے وہ دولت لازوال دے دی کہ اندازہ ہی مشکل ہے جنتوں میں بھی وہ بات نہیں جو اس عالم امکان میں عطا فرمائی یعنی اپنا کلام پاک نازل فرمایا یہ ایسا آخری انعام ہے کہ آج تک مخلوقات پر کبھی عطا نہ ہوا تھا جو انسان کو انسان بنادے اشرافت نفس پیدا کردے اور اشرف المخلوقات کے مرتبہ پر فائز کردے اور پھر اسی کلام پاک میں ایک آیت ہے جو ہر چیز پر حاوی و بھاری ہے:

”الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی ورضیت
لکم الاسلام دینا.“ (القرآن)

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارا دین
تمہارے لئے کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت
پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو
پسند کیا۔“

تو اس سے بڑا انعام اور کیا ہوگا جو سراپا نور ہو اور جو اس سے تعلق رکھنے والوں کو نور علیٰ نور بنادے، ہم نے تو اپنی سمجھ کے مطابق یوں تو ایک عمل تلاوت کلام اللہ کیا مگر نقوش کی زیارت سے آنکھیں منور ہوگئیں، کانوں نے سنا تو سماعت میں نور پیدا ہوگیا، زبان سے الفاظ ادا کئے تو زبان میں نور پیدا ہوگیا، قدر کرو اور شکر ادا کرو ایک عمل میں تین انعامات ملے۔ یہ کلام اللہ، عالم کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ابدی و سرمدی نعمت لازوال غیر مترقبہ ہے۔

تیس دن تک اللہ میاں نے مسلسل تم کو تراویح میں اپنا کلام سنوایا، اپنے جنت کے لئے وعدے تازے فرمائے، دوزخ کے عذاب سے ڈرایا اور اس سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ اس سے بڑی بات اور کیا چاہئے کہ تیس دن تک احکم الحاکمین سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہا، دور سے نہیں بالکل قریب سے اتنا قریب بلالیا کہ تمام عمر مجاہدے کرتے رہتے تب بھی اتنا قریب نہیں آسکتے تھے بغیر استحقاق کے روزانہ زائد بیس رکعت نماز تراویح کے ذریعہ سے چالیس مقامات قرب مزید عطا فرمادیئے، ہر سجدہ مقام قرب ہی تو ہوتا ہے، اس طرح کہ ہر دوسرا سجدہ مقام اعلیٰ پر ہوتا ہے، اس طرح مقام قرب میں پیہم ترقی عطا فرمائی، یہ سب علامات تعلق مع اللہ ہیں۔

اس ماہ مبارک میں پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت لیلۃ القدر عطا فرمائی کیا ہم لوگوں کے وہم و گمان میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے روزہ دار بندوں کو کیا کیا انعامات عطا فرمانے والے ہیں، نہ فرشتوں کے نہ نبیوں کے کسی کے گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا اور نہ ہی کوئی تمنا کرسکتا تھا، یہ وہی لیلۃ القدر ہے جس میں مغرب کے وقت سے لے کر طلوع فجر تک حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ساتھ منجانب اللہ ملائکہ رحمت کو لے کر دنیا میں سلامتی کے لئے تشریف لاتے ہیں، آج تک کسی امت کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہی نہیں تھا، کتنی خصوصیت ہے ہم لوگوں کے ساتھ، لا الٰہ الا اللہ تمام کائنات عالم ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک سب مل کر تمنا کرتے مجاہدے کرتے تب بھی ان کے وہم و گمان میں نہ آتا کہ لیلۃ القدر میں کتنی سلامتیاں ہیں کیسی کیسی نعمتیں اور رحمتیں ہیں جو بغیر کسی خاص عبادت کے صلہ میں حاصل ہورہی ہیں محض اپنے فضل سے، محض اپنے کرم سے، محض اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ دولت لیلۃ القدر عطا فرمائی۔

اب اتنی باتیں تو ہوگئیں، تمام انعامات دے دیئے، چاہے ہمیں احساس ہو یا نہ ہو، انعام مل گیا ہے اور اسی لئے عید کے دن اول ہی وقت نماز شکرانہ ادا کرلی، دینے والے نے بہت کچھ دے ہی دیا تب ہی تو ہم پر شکر واجب ہوا، اب اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مسلمان نماز عید الفطر کے لئے جمع ہوتے ہیں اور خدا کی تجلیات کبریائی کے لئے چھ زائد تکبیریں ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے متوجہ ہوکر پوچھتے ہیں کہ یہ مجمع کیا چاہتا ہے تو

فرشتے عرض کریں گے کہ یا اللہ! یہ جو آپ کے انعامات لئے بیٹھے ہیں ان کا شکر ادا کرنے آئے ہیں وہ شکرانہ نماز جو آپ نے واجب فرمائی ہے تو اللہ میاں فرمائیں گے کہ یہ دو سب بخشے بخشائے ہیں یہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے جس پر ہمارا ایمان وایقان ہے۔

دیکھو تم کو اب ایسی شرافت، انسانیت اور شرافت نفس عطا ہوئی ہے کہ نفس و شیطان مضمحل ہو کر پامال ہو گئے تم خدا کی رضا جوئی میں کامیاب ہو گئے اور تمہاری صلاحتیں درست ہو گئیں اور اللہ کا تم پر بڑا ہی فضل ہوا، جاؤ خوشی مناؤ لیکن افسوس کہ ہم ان صلاحیتوں کی چند دنوں بعد ناقدری شروع کر دیتے ہیں تو دیکھو بھی ایسی ناقدری نہ کرو، ارادہ کرلو کہ جو صلاحیتیں عطا ہوئی ہیں ان کو قائم رکھیں گے، اپنے نفس کو، آنکھ کو، دل کو، زبان کو، اپنے ہر معاملات میں پاک رکھیں گے اور اللہ ہی کے فضل سے امید رکھیں کہ اب انشاء اللہ ہم کو اللہ کی رضا جوئی میں آسانیاں ہو جائیں گی۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اتنے بہت سے انعامات و احسانات لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ محسوس نہیں ہوتا یہ کیا بات ہے؟ آپ کو اور کیا محسوس ہوتا ہے؟ آپ نے کھانا کھایا، پیٹ بھر لیا کچھ خبر ہے معدہ کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ محسوس کیجئے، زور لگائیے اور بتلایئے غذا رگوں میں کس طرح تقسیم ہو رہی ہے، تحلیل شدہ غذا کے اجزا اور تاثرات خون بن کر رگ و پے کو کس طرح قوت بخش رہے ہیں، کچھ نہیں محسوس ہوتا لیکن سب جزو بدن ہو رہا ہے، آنکھ کو بینائی مل رہی ہے، کانوں کو سماعت مل رہی ہے، زبان کو گویائی مل رہی ہے، دماغ کو حافظہ مل رہا ہے، اسی غذا کی وجہ سے تو یہ سب کچھ ہے جو پیٹ میں ہے، یہ سب کچھ ذرا غور کر کے محسوس کر کے بتلایئے کہ کتنی بینائی بڑھی، کتنی سماعت بڑھی، کتنی گویائی بڑھی، یہ سب کارخانہ مادی ہے جو کام کر رہا ہے، بتاؤ کچھ محسوس ہوا؟ لطیف سے لطیف چیزیں اسی غذا کی بدولت پیدا ہو رہی ہیں، احساسات، جذبات، تخلیات، ایثار، محبت و ذہانت، شرافت، فراست سب پرورش پا رہے ہیں کچھ محسوس نہیں ہو رہا ہے کہ کیسے ہو رہا ہے، لیکن سب ہو رہا ہے، ہاں آپ صرف یہ محسوس کریں گے کہ صحت وقوت پیدا ہوئی اور ترقی کی نشوونما کی صلاحیتیں پیدا ہوئیں اسی طرح روح کی غذا اللہ کا ذکر اور اللہ کے اوامر میں اور پرہیز نواہی میں، الحمد للہ! تمیں دن تک آنکھوں، کانوں، اور زبانوں کا پرہیز کر لیا، توبہ استغفار کر لیا، تقاضائے فطری اور نفسانی جو جائز بھی تھے لیکن اللہ میاں کے لئے انہیں بھی کچھ وقت کے لئے ترک کر دیا تا کہ صفات ملکوتی اچھی طرح پرورش پا سکیں روح کو غذا بھی الحمد للہ ملتی رہی، ذکر اللہ، کلام اللہ، تسبیحات، نوافل کی سعادتیں بھی نصیب رہیں تو روح نے ساری ایمانی غذا لے لی پھر لیلۃ القدر جو تجلیات لے کر آئی تھی وہ سارے تجلیات و انوار روح نے جذب کر لئے اب غور کیجئے کہ جب مادی چیزیں محسوس نہیں ہوتیں تو جسم کی لطافت روحانیہ، ایمانیہ کیسے محسوس ہو، آثار معلوم ہوتے ہیں جیسے جسم کی صحت کے آثار معلوم ہوتے ہیں، جو کچھ آپ لوگوں کے سامنے بیان کیا گیا اس میں نہ تو تعلی ہے، نہ شاعری نہ مبالغہ، سب حقیقت ہے۔

اب دعا کیجئے یا اللہ! جو کچھ ہم نے سنا اور کہا یہ سب آپ کی عطا ہے، یا اللہ! آپ کے انعامات برحق آپ کے احسانات برحق، آپ نے تو یا اللہ! ہمیں یقیناً اپنی رحمتوں اور تعلق خصوصی سے مالا مال فرما دیا اور ہم جس کے حق دار نہ تھے آپ نے وہ بھی عطا فرما دیا، یا اللہ! اس دولت عظیم کو ہم سنبھالیں کیسے؟ ہمارے نفس و شیطان دونوں ڈاکو ہیں، یا اللہ! یہ تو آپ کی دی ہوئی دولت ہے، آپ ہی حفاظت فرما دیجئے، یا اللہ ہمیں توفیق دیجئے کہ ہم ان انعامات کی قدر کریں، اور ان کا صحیح مصرف کریں اور ہمیشہ طلب مغفرت و استغفار اور آپ کی رضا جوئی کرتے رہیں، یا اللہ! آپ نے جو صلاحیتیں درست فرما دی ہیں ان کو رو بکار رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمایئے، یا اللہ! اپنے بندوں میں مکرم فرمایا ہے تو اب ہم ذلیل نہ ہوں، یا اللہ! آپ نے ماہ مبارک میں سب کچھ دیا ہے تو اور مہینوں میں بھی عطا فرماتے رہیے، تمام مخلوق پر آپ نے فضیلت دی ہے مومن ہونے کی حیثیت سے تو اے اللہ! اب ہم پر اور دنیاوی اثر کوئی غالب نہ آنے پائے، یا اللہ! آپ نے ایسی حالت پر ہم کو پہنچا دیا ہے کہ اب ہم سے خوش ہی ہو جایئے اور ہم کو بھی خوش رکھئے:

''اللھم زدنا ولا تنقصنا
واکرمنا ولا تھنا واعطنا ولا تحرمنا
واثرنا ولا توثر علینا وارضنا
وارض عنا''

یا اللہ! آپ نے جو انعامات عطا فرمائے ہیں ان کو ہماری غلطیوں سے نقصان نہ پہنچنے پائے اور اگر ہم سے غلطیاں سرزد ہوں تو آپ اپنی رحمت و مغفرت سے تلافی فرما دیجئے ہم کو توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے ساتھ زندہ رکھئے اور اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل کے ساتھ زندہ رکھئے اور جب خاتمہ ہو تو انہیں چیزوں پر، آپ کی رضائے کاملہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ حاصل ہو اور بغیر حساب کتاب یا اللہ! ہم سب جنت میں داخل ہو جائیں۔ آمین۔

☆.....☆.....☆

دعا کی حقیقت اور مصائب سے نجات

(مولانا) حذیفہ غلام محمد وستانوی

دوسری اور آخری قسط

شیطان کی ڈاکہ زنی اور مسلمانوں کی غلط فہمی:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا: آج کل لوگوں میں یہ بھی خبط (جنون سوار) ہے کہ ''صاحب! ہمارا منہ دعا کے قابل نہیں'' ایک صاحب نے مجھ سے یہی کہا تھا، میں نے ان سے کہا کہ تم نماز پڑھ سکتے ہو؟ روزہ رکھ سکتے ہو؟ کلمہ پڑھ سکتے ہو؟ تو کہا کہ ہاں! یہ سب عبادات ہم کرتے ہیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ جب تم نماز روزہ اور کلمہ کے قابل ہو تو پھر دعا کے قابل کیوں نہیں؟ یہ سب شیطانی رہزنیاں (ڈاکہ زنی) ہیں وہ اس طرح دل میں وسوسہ ڈال کر، دعا جو ایک بڑی اہم عبادت ہے اس سے تم کو محروم رکھنا چاہتا ہے اور نفس کچھ کرنا نہیں چاہتا، اس لئے ہر چیز کا ایک بہانا نکالتا ہے۔

دل میں مانگنے والوں کی زبان اور دل میں مطابقت ضروری ہے:

حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم فرماتے ہیں، انسانی دعاؤں کی حیثیت ہتھیار کے مانند ہے، جب ہتھیار مضبوط اور تیز ہو تو مصیبتوں سے نجات و بچاؤ ہو جاتا ہے، لیکن یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب کہ دعا بذات خود بھلی ہو، اور دعا مانگنے والے زبان اور دل ایک ساتھ رب کریم کی متوجہ ہوں۔ اگر ان شرطوں میں سے کسی کی بھی کمی ہوئی تو دعا کے قبول ہونے میں شک ہے۔ (برکات دعا ص ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند ہے:

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات (زیادہ) پسند ہے کہ بندہ سر ہوکر (یعنی ڈٹ کر، خوب اصرار کرکے) اللہ تعالیٰ سے مانگے، چناں چہ حدیث شریف میں آیا ہے: ان اللہ یحب الملحین فی الدعا۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ گریہ وزاری کے ساتھ بار بار مانگنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ (برکات دعا ص ۱۳۲)

دعا کی چار قسمیں ہیں:

شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ دعا کی چار قسمیں ہیں: (۱) دعائے فرض، مثلاً نبی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کریں تو اب اس نبی علیہ السلام پر یہ کرنا فرض ہوگیا۔ (۲) دعائے واجب، جیسے دعائے قنوت (نماز وتر میں)۔ (۳) دعائے عبادت جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اس سے محض عبادت مقصود ہے، جو امر الٰہی کی تعمیل بجا آوری کے طور پر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دعا میں تذلل ہے۔ اور تذلل (عاجزی انکساری) اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اسی لئے حدیث پاک میں ہے۔ الدعا مخ العبادۃ (دعا عبادت مغز ہے) وارد ہوا ہے۔ (برکات دعا ص ۱۳۷)

دعائیں خوب مانگتے رہنے کا صحابہؓ کا وعدہ:

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین پر کوئی (ایسا) مسلمان نہیں جو اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگے مگر یہ کہ اللہ اس کی دعا قبول فرمائے۔ یا یہ کہ اس کے برابر کوئی برائی اس سے دور کردی جائے جب تک کسی گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تو ہم خوب دعا مانگا کریں گے۔ تو اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بھی بہت قبول کرنے والے ہیں۔ (ترمذی، حاکم، ماخوذ برکات دعا ص ۱۴۰)

دشمنوں سے نجات دلانے والا پیغمبرانہ اسلحہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ دین کا ستون ہے، آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ (مسند ابو یعلی، حاکم فی المستدرک)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں، جو تم کو دشمن سے نجات دلائے، اور تمہارے لئے روزی (مینہ اور بارش کی طرح) برسائے، وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کو پکارتے (دعائیں مانگتے) رہو دن اور رات۔ یہ اس لئے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے جو ہر قسم کی بلاؤں کی محافظ اور حصول مال و جاہ کے لئے برابر وسیلہ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں وہ چیز بتلاتا ہوں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے نجات دلائے اور تمہاری روزی بڑھائے وہ یہ کہ تم رات دن میں (جس وقت بھی موقع ملے) اللہ تعالیٰ سے (اپنی حاجات کے لئے) دعا مانگا کرو کیوں کہ دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے۔ (برکات دعا ص ۱۳۵-۱۳۶)

مسلمان کی تین عادتیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری لگتی ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی تین عادات بہت پسند ہیں: (۱) اپنی تمام طاقت و قوت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دینا۔ (۲) پشیمانی کے وقت گریہ و زاری کرنا (یعنی گڑگڑا کر دعائیں مانگنا۔ (۳) تنگ دستی کے وقت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکوہ شکایت نہ کرنا۔ (برکات دعا ص ۱۵۳)

تین قلوب کے ساتھ دعا کرو:

عارف باللہ حضرت شیخ خواجہ علی رامتینیؒ فرمایا کرتے تھے، جب تین قلوب ایک میں جمع ہو کر دعا کرتے ہیں تو ایسی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک سورۂ یٰس کہ جو دل ہے قرآن مجید کا۔ دوسرا شب آخر (یعنی سحر و تہجد کا وقت) جو دل ہے رات کا اور ایک دل اللہ تعالیٰ کے مؤمن بندے کا ہے، لہٰذا جس وقت یہ تینوں دل جمع ہو جاتے ہیں تو دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ تہجد کے وقت اٹھ کر نماز تہجد سے فارغ ہو کر سورۂ یٰس کی تلاوت کرنے کے بعد دل سے دعا کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ تین دلوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کی جانے والی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ (برکات دعا ص ۱۵۷)

امام رازیؒ کا اپنی زندگی بھر کا تجربہ:

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں انسان اپنے معاملات (ضروریات، مشکلات و حاجات) میں جب بھی اللہ تعالیٰ کے اوپر بھروسہ (پورا یقین) اور اطمینان رکھتا ہے، تو راستہ کی تمام مشکلات حل ہو جایا کرتی ہیں، لیکن جہاں غیر اللہ کا تصور ذہن میں اُبھرا، یا ان پر کسی طرح کا بھروسہ رکھا تو بس وہیں سے پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ میرا بچپن سے اب تک کا تجربہ ہے۔ (برکات دعا ص ۱۹۲)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد یوں فرمایا:

عارف ربانی حضرت شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا کہ، اے میرے بندو! راز مجھ سے کہو، اگر راز نہ کہہ سکو تو نظر مجھ پر رکھو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو حاجت تو صرف مجھ ہی سے طلب کرو، اگر ایسا کرو گے تو تمہاری حاجت روائی کی جائے گی۔ (برکات دعا ص ۱۹۵)

دعا کی قبولیت کے لئے یہ بات ضروری ہے:

عارفوں میں سے کسی عارف نے یہ فرمایا کہ مخلوق سے سوال کرنے (مانگنے) کی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سائل کی دعا اس کے حق میں مستجاب (قبول) نہیں ہوتی، کیوں کہ اجابت دعا کے لیے یہ بات لازمی ہے کہ مخلوق سے ناامید اور ہر قسم کے علائق سے مبرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے، مخلوق کی طرف نظر رکھنے کی حالت میں دعاؤں کا قبول ہونا مشکل ہے۔ (مخزن اخلاق) (ماخوذ: برکات دعا ص ۱۹۸)

تین آدمیوں کی دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں: (والد کی) دعا اپنے لڑکے کے لئے۔ (۲) مسافر کی دعا حالت سفر میں۔ (۳) مظلوم کی دعا حالت اضطرار میں۔ (برکات دعا ص ۲۲۱)

دعا کے لئے دوسروں سے درخواست کرنا یہ پیغمبرانہ سنت ہے:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک مرتبہ عمرہ کے سفر پر جانے کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی اور ساتھ ہی یوں فرمایا: اشرکنا یا اخی فی دعاءک و لا تنسنا، یعنی او میرے بھائی ہم کو بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا اور ہم کو بھول نہ جانا۔

یہ سن کر عمرؓ نے فرمایا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اس کے بجائے اگر پوری دنیا مجھے مل جاتی تب اتنی خوشی نہ ہوتی جس قدر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس کلمات فرمانے سے ہوئی۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

تشریح: حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعضے منافع اہل کمال کو بھی اپنے سے کم مرتبہ والوں سے پہنچ سکتے ہیں، پس کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ اپنے کو مستغنی محض سمجھے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسروں سے اپنے لیے دعا کرانا بھی محمود و مستحسن فعل ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ جس سے دعا کے لئے کہا جائے وہ دعا کی درخواست کرنے والے سے افضل یا بڑا ہو۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دعا کے لئے فرمایا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اکابر کو بھی اپنے چھوٹوں سے دعا کے لئے کہنا چاہئے۔ (برکات دعا ص ۲۲۹)

اسباب کے تحت ہر کام کے لئے کوشش کرنا انسان کے فرائض میں سے ہے:

پیران پیر سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: بیٹے تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا اور تیرے کئے بغیر چارہ بھی نہیں بس تو کوشش کر مدد کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اس سمندر (یعنی دنیا) میں جس کے اندر تو ہے اپنے ہاتھ پاؤں کو ضرور ہلا، موجیں (حوادثات زمانہ) تجھ کو اٹھا کر اور پلٹے دلا کر کنارہ تک لے بھی آئے گی۔ تیرا

کام دعا مانگنا ہے اور قبول کرنا اس کا کام، تیرا کام سعی کرنا ہے اور توفیق دینا اس کا کام۔ تیرا کام ہمت سے معصیتوں (گناہوں) کو چھوڑنا ہے اور بچائے رکھنا اس کا کام ہے۔ تو اس کی طلب میں سچا بن جا، یقیناً وہ تجھ کو اپنے قرب کا دروازہ دکھلا دے گا، تو دیکھے گا کہ اس کی رحمت کا ہاتھ تیری طرف دراز ہو گیا۔

(برکات دعا، ص۲۶۵)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ دعا اس طرح مانگو:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک صحابی تشریف لائے، اور آتے ہی نماز پڑھی سلام پھیر کر (دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر) وہ کہنے لگے اللھم اغفرلي وارحمني۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، او نماز پڑھنے والے! تو نے جلدی کی، جب تو نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے، تو پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کر جس کا وہ اہل ہے، پھر مجھ پر درود بھیج، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کر، راوی فرماتے ہیں، اس واقعہ کے بعد ایک اور صحابی تھوڑی دیر میں تشریف لائے، اور انہوں نے بھی دوگانہ ادا کی، سلام پھیر کر انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد (تعریف) کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، بس اتنا سن کر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ، او نماز پڑھنے والے! دعا مانگ تیری (جائز) دعا قبول کی جائے گی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد وابن حبان)

(ماخوذ: برکات دعا، ص۲۶۳)

کوئی دعا آسمان تک نہیں پہونچتی مگر......:

حضرت عبداللہ ابن بسرؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعائیں ساری کی ساری رکی رہتی ہیں، یہاں تک کہ اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تعریف (حمد و ثنا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے نہ ہو۔ اگر ان دونوں کے بعد دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ (فضائل درود شریف: ص۷۶)

(ماخوذ: برکات دعا، ص۲۷۷)

ہم دعا مانگتے ہیں یا اللہ میاں کو آرڈر دیتے ہیں:

عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندویؒ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق صحیح نہیں، ہم چاہتے ہیں کہ خدا سے جو مانگا کریں وہ ملتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام کام بناتا رہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے ورنہ نہیں۔ نریلی (یہ ایک قصبہ کا نام ہے) میں ایک صاحب نماز کے بڑے پابند تھے، عرصہ کے بعد حضرت سے ان کی ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ انہوں نے نماز وغیرہ عبادات سب چھوڑ دی تھی اور مجھ سے کہا، مولانا میں اتنے دن سے نماز پڑھ رہا ہوں، پریشان حال ہوں، دعائیں کرتا ہوں مگر میری پریشانی دور نہیں ہوتی، ایسی نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اس لئے میں نے نماز وغیرہ چھوڑ دی۔

یہ سن کر حضرتؒ نے فرمایا: ارے بندۂ خدا! تم اللہ تعالیٰ کی ماننے آئے ہو یا خدا سے منوانے آئے ہو نماز تو اس واسطے پڑھی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، فرض ہے، بندگی کے واسطے نماز پڑھی جاتی ہے پریشانی ہو یا نہ ہو، پھر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کب مانگتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کو آرڈر دیتے ہیں کہ یا اللہ یہ بھی ہو جائے، یہ بھی کر دیجئے (نعوذ باللہ) جیسے نوکر سے کہا جاتا ہے کہ یہ کام کر لینا، یہ بھی کر دینا، کھیت میں ہل بھی جوت دینا، بازار سے سودا بھی لیتے آنا وغیرہ! اسی طرح (نعوذ باللہ) ہم بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتے نہیں بلکہ آرڈر دیتے ہیں، یاد رہے اللہ تعالیٰ مانگنے پر دیتے ہیں آرڈر پر نہیں دیتے۔

مانگنا اور چیز ہے آرڈر دینا اور چیز ہے، مانگنے کے طریقے سے مانگو پھر دیکھو، اللہ تعالیٰ دیتے ہیں یا نہیں، پہلے اللہ تعالیٰ سے نسبت تو قائم کرو، احکام پر عمل کرو، ایاک نعبد، پہلے فرمایا کہ ہمارا آپ سے یہ تعلق ہے کہ تیری غلامی کا اقرار کرتے ہیں اور جب تیرے غلام ہیں تو تیرے سوا ہم جائیں کہاں؟ تو ہی ہماری مدد فرما!

ہم بندے بننے کو تیار نہیں اور لینے کو تیار ہیں، نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتے، گھر میں تلاوت نہیں، ٹی وی گھر میں چل رہی ہے، اور چاہتے ہیں کہ جو ہم چاہیں وہ اللہ تعالیٰ پورا کر دیں پھر شکایت کرتے ہیں کہ اولاد کہنا نہیں مانتی، ارے تم اللہ کی کتنی مانتے ہو، ایک بے نمازی کی نحوست نہ معلوم کتنے گھروں تک ہوتی ہے۔ بے نمازی کے گھر اللہ کی رحمت و برکت نہیں ہوتی۔ اور یہاں پورا کا پورا گھر بے نمازی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے آئے، دعائیں کیسے قبول ہوں؟ (برکات دعا، ص۲۶۴)

خلاصہ یہ کہ آج ہم عمومی طور پر اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں اور اگر ہیں تب بھی اس پر عمل نہیں، جہاں ہم نے اسلام کی بہت سی تعلیمات سے کنارہ کشی اختیار کی وہیں ہم دعا کی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں نہ کہ تعریف کا ہمیں علم، نہ اس کی حقیقت سے واقف، نہ اس کی طاقت اور اثر پر یقین، نہ دعا کرنے کا طریقہ اور سلیقہ معلوم۔ احقر نے برکات دعا نامی حضرت مولانا ایوب صاحب سورتی ماکھنگوی دامت برکاتہم سے اکثر و بیشتر اقتباسات اس مضمون میں نقل کر دیئے ہیں، ورنہ کتاب تو ۸۸۰ صفحات پر مشتمل ہے! البتہ اس موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ اللہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو دعاؤں سے وابستہ کر دے اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ اب چند اشعار پر میں مضمون کو سمیٹتا ہوں۔ محمد یوسف شکور تاج دعا کے بارے میں فرماتے ہیں:

رد و قبول پہ تیری ہرگز نہ ہو نظر
تو بندگی و عجز سے حسن وفا سے مانگ

اے تاج پھر تیری دعا ہو جائے گی قبول
زاری سے انکساری سے اور التجا سے مانگ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں:

کہاں جائے جس کا نہیں کوئی تجھ بن
کسے ڈھونڈے جو ہو طلبگار تیرا
تو میرا ، میں تیرا ، میں تیرا ، تو میرا
ترا فضل میرا مراکار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھ سے ہوں طلبگار تیرا
اپنی رضا میں تجھ کو مٹا دے
اے مرے اللہ! اے مرے اللہ!
کردے فنا سب مرے ارادے
اے مرے اللہ! اے مرے اللہ!
جام محبت اپنا پلادے
اے مرے اللہ! اے مرے اللہ!
دل میں مری یاد اپنی رچا دے
اے مرے اللہ! اے مرے اللہ!
شغل میرا بس اب تو اٹھی شام وسحر ہو اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے آٹھ پہر ہو اللہ اللہ
مایوس نہ ہوں اہل زمیں اپنی خطاء سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے
قفل در قبول نہ کھولے یہ بعید ہے
انسان کے پاس دست دعا ہی کلید ہے
کیوں دعا اپنی نہ ہو باب ظفر کی کنجی
گر یہ ہے قفل در گنج اثر کی قبول
تراشے تیرے وہم نے جو صنم ہیں
وہ اصنام باطل گراتا چلا جا
نہیں کوئی حاجت روا جز خدا کے
حقیقت یہی ہے بتاتا چلا جا

(برکات دعا،ص۷۸۰-۷۸۷)

☆☆..........☆☆

مولانا غلام مصطفیٰ کا تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما اور چناب نگر کے مبلغ مولانا غلام مصطفیٰ گوجرانوالہ کے تین روزہ دورے پر ۱۶؍جون ۲۰۱۱ تشریف لائے۔ انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے مرحوم امیر حضرت مولانا قاری عبدالقدوس عابدؒ کی یادگار اور علاقہ کے مرکزی مقام جامع مسجد عثمانیہ پونڈانوالہ چوک گوجرانوالہ میں جمعۃ المبارک کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ جامع مسجد عثمانیہ پونڈانوالہ چوک گوجرانوالہ پہنچنے پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے نائب امیر حضرت مولانا قاری منیر احمد قادری، جامعہ مسجد عثمانیہ گوجرانوالہ کے مہتمم حضرت صاحبزادہ فضل الرحمن، مرکزی مبلغ مولانا محمد عارف شامی، ضلعی سیکریٹری اطلاعات سید احمد حسین زید، جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں شبیر احمد گورایا، حاجی ریاض شاہد، حکیم کوثر صاحب، اسٹوڈنٹس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے چوہدری عبدالروف گھمن، حسان احسن زید، حافظ محمد ناصر قادری نے شاندار استقبال کیا۔ مولانا غلام مصطفیٰ نے قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں اور جھوٹے پروپیگنڈہ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ قادیانی جھوٹ بولتے ہیں کہ لاکھوں لوگ مرزائی ہوگئے ہیں۔ البتہ چناب نگر میں ایک سو سے زائد قادیانیوں نے خود ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ اگر چناب نگر کی زمین کی لیز منسوخ کرکے مالکانہ حقوق دے دیئے جائیں تو چناب نگر کی اکثریت مسلمان ہوجائے گی۔ نماز جمعہ کے بعد مولانا قاری منیر احمد قادری اور احباب نے ظہرانہ دیا جس میں دیگر حضرات کے علاوہ جامع مسجد ختم نبوت کے خطیب حضرت مولانا عمر حیات، ضلعی شوریٰ کے رکن حافظ احسان الواحد، حافظ محمد الیاس قادری، نثار احمد قیصر، محمد نوید، مولانا قاری عبدالغفور آرائیں نے بھی شرکت کی۔ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نے بعد نماز مغرب جامع مسجد تقویٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں درس قرآن دیا۔ ۱۷؍جون بروز ہفتہ صبح آٹھ بجے گورنمنٹ ایم ٹی ہائی اسکول پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں طلباء کو عقیدہ ختم نبوت پر لیکچر دیا۔ صبح دس بجے بخاری ہال ڈویژنل ہیڈ آفس ہاشمی کالونی گوجرانوالہ میں رد قادیانیت کورس کے شرکاء سے خطاب کیا۔ بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد بھاکرانوالی میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا۔ جامع نعمانیہ گوجرانوالہ کے مہتمم حضرت مولانا ناصر محمود اور اساتذہ کے ہمراہ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ کا پرجوش استقبال کیا۔ بخاری ہال ہاشمی کالونی میں رد قادیانیت کورس کے شرکاء کو سید احمد حسین زید ضلعی ناظم اطلاعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ نے جھوٹے مدعیان نبوت پر لیکچر دیا۔ بعد نماز عصر جامعہ عربیہ گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عارف کی دعوت پر مسجد اقدس بختے والا محلّہ گوجرانوالہ میں علماء کنونشن سے خطاب کیا۔ کنونشن سے مولانا قاری احمد علی شاہد، حافظ محمد ثاقب اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز کی ہدایات پر ماہانہ دروس ختم نبوت کے سلسلہ کا افتتاح جامع مسجد ختم نبوت ہاشمی کالونی گوجرانوالہ میں حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نے کیا۔ درس قرآن کے موقع پر امیر ضلع شاہ نفیس الحسینیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف مجددی، ضلعی نائب امیر مولانا منیر احمد قادری، قائم مقام ناظم حاجی عبدالرحمن، عبداللہ کمبوہ، حافظ محمد الیاس قادری، اسٹوڈنٹس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے راہنماؤں چوہدری عبدالروف گھمن، ظہیر احمد ہاشمی، حافظ محمد ناصر قادری، فیصل بلال، نوید رفیق بٹ اور دیگر نے مولانا غلام مصطفیٰ کے تشریف لانے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

قرآن وسنّت فقہ اور علوم عالیہ کے

شائقین اور طلبہ کے لئے خوشخبری

مجدّدِ عصر، قطبِ دوراں، قیوم زمان

حضرت مولانا **ابوسعد احمد خان** رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی

کی قائم فرمودہ عظیم روحانی علمی اور تربیتی درسگاہ

جامعہ عربیہ سعدیہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں بحمدللہ تعالیٰ درس نظامی کی

مکمل تعلیم وتدریس اور فارسی تا دورۂ حدیث شریف کا اجراء

نئے تعلیمی سال ۱۴۳۲ھ سے جامعہ ہذا میں کہنہ مشق تجربہ کار اور ماہرفن اساتذہ ومدرسین تشنگانِ علوم دینیہ کو علوم ومعارف سے سیراب فرمائیں گے۔

علم وعمل کی جامعیت، شریعت وطریقت کی واقفیت، ظاہر وباطن کی تربیت اور خانقاہ سراجیہ عالیہ نقشبندیہ کی روحانی وعلمی درسگاہ سے فیض یاب ہونے کیلئے رمضان المبارک اور شوال المکرم ۱۴۳۲ھ کے اوائل میں رابطہ فرمائیں تاکہ داخلہ یقینی ہوسکے۔

رابطہ کیلئے فون: 0300-6091121

شعبہ نشر واشاعت

جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی

REGD. SS.160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

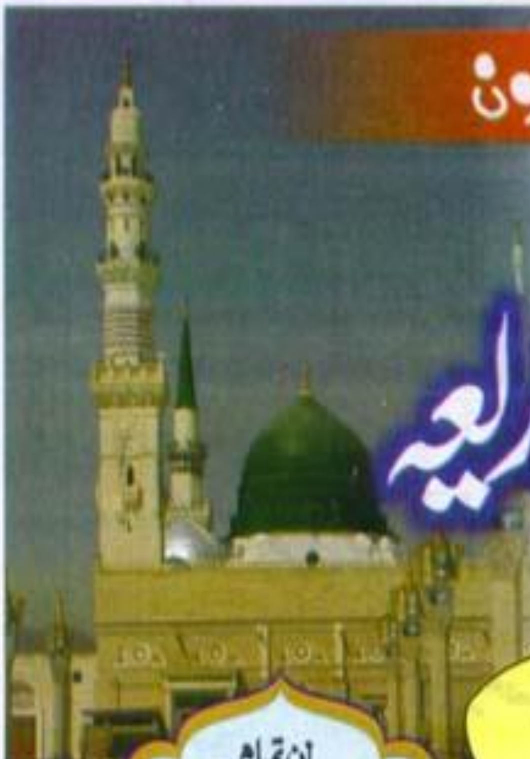

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام
صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ،
صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

کو دیجیے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا **عبدالمجید لدھیانوی** صاحب
امیر مرکزیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب
نائب امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ **خواجہ عزیز احمد** صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا **عزیز الرحمن جالندھری** صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4783486, 061-4583486 اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون: 021-32780337 فیکس: 021-32780340 اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ